[illegible] منظوم میں

زینتِ عشق

[illegible]

[illegible] اشخاص کی سوانح عمریاں اور بہت سی نصیحتیں

سب [illegible] میں

جسکو

[illegible] صاحب حیدرآبادی نے تالیف کیا ہے

جو

باہتمام منیجر ادیب الاطفال بک ایجنسی

سنہ ۱۹۱۱ء میں

[illegible] پریس [illegible] میں طبع ہوا

محافظ صحت

ہمیں چھاپیے اجزاء شباب ہوتے ہیں جنہیں ایک جا جمع کرنے سے
اس مرکب میں مختلف خواص پیدا ہو جاتے ہیں ہم اسکی زیادہ تعریف مناسب
خیال کرتے ہیں آپ منگا کر استعمال کریں تو خود بخود معلوم ہو جائیگا۔
ہم اسکی چند خاصیتیں بتا دینا ہم مناسب تصور کرتے ہیں ۔ ہاضم طعام
[illegible] رفع دوران سر ۔ گرانی سر ۔ درد شکم ۔ اختلاج ۔ تسکین [illegible]
[illegible] قیمت فی شیشی ۸ [illegible]

سفید دندان

اگر سچ پوچھو تو عہد شباب کا حسن اور جوانی کے بہترین رفیق دانت ہیں
[illegible] منہ میں ہیں تب تک ہر کھانے کی چیز کا لطف حاصل رہتا
[illegible] چہرہ خوبصورت رہتا ہے اگر یہ گر جائیں تو منہ پچک کر اندر
دھنس جاتا ہے جسکی وجہ سے چہرے کی خوبصورتی میں فرق آجاتا ہے اگر دانتوں میں
درد شروع ہو جاتا ہے تو اچھی طرح غذا اچھی چبائے نہیں جاتی جسکی وجہ سے تکلیف
[illegible] ہوتی ہے انسان کے صحت [illegible] درد سے جو کرب ہوتا ہے اسکا اندازہ وہی لگا
سکتے ہیں جو اس میں مبتلا ہوں اگر آپ چاہتے ہیں کہ لطف جوانی قائم رکھنا ہو تو ہمارے اس منجن کا
[illegible] استعمال سے دانت صاف چمکیلے رہتے ہیں درد نہیں ہوتا دانت مضبوط
رہتے ہیں منہ میں خوشبو رہتی ہے قیمت فی ڈبیہ [illegible]
[illegible]



معزز ناظرین! ایک زمانے سے میرا خیال تھا کہ کوئی تصنیف
یف کرون اس غرض سے نہین کہ مین بھی قابل عزت مصنفین کی صف مین جگہ
ون بلکہ ملک و قوم نیز زبان اردو کی بہ حیثیت ایک فرد قوم و متوطن وطن اور
داں ہونے کے اپنی ناچیز لیاقت سے خدمت کر سکون۔

لیکن بعض وجوہات سے مین فی الحال کوئی تصنیف شایع نکر سکی۔ اسی
رین "بچون کا اخبار" و "ادیب الہ آباد" کے چند پرچے میری نظر سے گزرے
ین خود ساز اشخاص کے حالات درج تھے۔ مین نے خیال کیا کہ اگر ان
ام واقعات کو جو مختلف نمبرون مین شایع ہو چکے ہین (جن کو بعضون نے پڑھا
بعضون نے نہ پڑھا ہوگا) ایک کتابی صورت مین شایع کر دیا جاوے تو بہتر ہوگا۔

اس قسم کی تالیف یا تصنیف عموماً عوام خصوصاً بچون کے لئے جس قدر
ود مند ثابت ہوگی وہ ظاہر ہے۔

مین اُن مہربان والدین سے جن کو اپنے بچون کی تعلیم و تربیت
کا بڑا خیال رہتا ہے ملتمس ہون کہ وہ اس کتاب کو اپنے پیارے بچون کو پڑھائین
بچون کی نرم طبیعت جسقدر جلد ارد گرد کے واقعات قبول کر لیتی اور
ان پر عمل کرنے کی کوشش کیا کرتی ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ اگر

بچپن ہی سے اس قسم کے صحیح واقعات (جیسے کہ اس کتاب مین درج ہین) بچون کو پڑھائے و سمجھائے جائین اور ان پر عمل کرنیکی ہدایت کی جائے تو امید ہے کہ وہ ضرور اسکی پیروی کرین اور بڑے ہوکر نیک اوصاف سے متصف ہون اور آپ اپنی مدد کرنا سیکھہ جائین۔ جسکی فی زمانہ سخت ضرورت ہے۔

آخر مین اُن اہل قلم حضرات سے مین معافی کی خواستگار ہون جن کے مضامین بغیر اونکی اجازت کے مین نے درج کتاب کرلئے ہین۔

خاکسار

د - ب - حیدرآبادی

۲۱ - مارچ سنہ ۱۹۱۱ع

ابوالفضل

(شہنشاہ اکبر کا مشہور وزیر)

ابوالفضل کا خاندان

ابوالفضل کے بزرگ اصل مین یمن (عرب) کے رہنے والے تھے۔ نوین صدی ہجری کے عین شروع مین اس کے بزرگون مین سے ایک شخص موسےٰ نامی یمن سے سیستان (ایران) آئے موسیٰ کی اولاد سو برس تک سیستان مین رہی یہان تک کہ دسوین صدی ہجری کے شروع مین یعنی سو برس بعد موسےٰ کے پڑپوتے خضر نے سیستان سے ہندوستان آنے کا ارادہ کیا۔ اور ناگور (راجپوتانہ) مین آکر مقیم ہوے۔ جہان ۹۱۵ھ مین ابوالفضل کا باپ مبارک پیدا ہوا۔ کچھ عرصہ بعد شیخ مبارک ناگور سے چل کر احمد آباد (گجرات) آیا اور کچھ دن یہان رہکر ۹۵۴ھ مین مبارک مستقل طور پر آگرہ مین جا آباد ہوا۔

ابوالفضل کی پیدایش

جس زمانہ مین مبارک مستقل طور سے آگرہ مین مقیم ہو گیا تھا۔ اسکے گھر مین ۹۵۷ سنہ ہجری اتوار کی رات کو ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام مبارک نے (غالباً اپنے استاد ابوالفضل خطیب (ملکچر) کارزونی کے نام پر) ابوالفضل رکھا

یہہ مبارک کا پہلا بیٹا نہیں تھا بلکہ اس سے پہلے سنہ ۹۵۴ھ مین ایک اور بیٹا پیدا ہو چکا تھا جس کا نام مبارک نے اپنے پیر کے نام پر ابوالفیض رکھا تھا۔

ابوالفضل کا بچپن اور تعلیم

ابوالفضل ڈیڑھ ہی سال کی عمر مین خوب باتین کرنے لگا تھا اور سب آدمی اُس کی باتین سن سن کر تعجب کرتے تھے۔ پانچ برس کی عمر مین ابوالفضل خوب ہوشیار ہو گیا تھا۔ اب شیخ مبارک نے اسکی تعلیم شروع کی۔ مان باپ دونون نہایت احتیاط سے اوسکی نگرانی کرتے تھے اور عام بچون اور بُری صحبتون سے بچائے رہتے تھے۔ ابوالفضل نے اپنی کامیابی کو کئی جگہہ اپنے باپ کی لیاقت اور اپنی مان کی سلامت روی سے منسوب کیا ہے۔ اُس زمانہ کی طرز تعلیم سے ابوالفضل کو بچپن ہی سے نفرت تھی۔ اور جس طریقہ سے بچون کو پڑھایا جاتا تھا۔ اور جو کتابین عام استعمال سے اُن کی ابتدائی تعلیم کی جز قرار آ گئی تھین۔ کم عمر ابوالفضل اُن کو کبھی جی لگا کر نہ پڑھتا تھا۔ اکثر آدمی جو آئندہ بڑے عالم اور مصنف اور لکھنے والے ہوئے ہین وہ عموماً دوسری کتابون پر توجہ نکرتے تھے غرض کچھہ ہی سبب ہو۔ ابوالفضل زندہ دلی اور شوق سے نہ پڑہتا تھا یہ حال دیکھا تو مان باپ نے اپنے بیٹے کی تعلیم کے لئے اپنے اوپر محنت گوارا کی۔ شیخ مبارک ہر مضمون پر جو اسے پڑھانا ہوتا ایک رسالہ لکھکر ابوالفضل کو دیتا تھا۔ لیکن اسپر بھی ابوالفضل کی تعلیم نے خاطر خواہ ترقی نہ کی۔ ہر بات پر اسکے دلمین شک و شبہات پیدا ہوتے تھے۔ ذہانت کا یہ حال تھا کہ جو بات کہ اُس مین نہ ہوتی تھی اسکے متعلق اوس کے دلمین طرح طرح کے اعتراض آتے تھے لیکن کم عمری اور شرم وحیا کی وجہ سے کچھہ پوچھ نہ سکتا

تھا جب سبق پڑھکر گھر آتا تو اپنے آپ کو ملامت کرتا اور روتا کہ مین کیا پڑھ آیا ہون کہ کچھ سمجھ مین نہین آتا جب اُستاد سے کوئی بات پوچھنے لگتا تو جرات نہوتی اور ہکلانے لگتا آخر اسکی دوستی ایک ہم عمر سے ہو گئی اور اسکے ساتھ مدرسہ مین داخل ہوکر باقاعدہ پڑھنے لگا۔ اور تمام کتابین جن کا پڑھنا طالب علم کے لئے اس زمانہ مین ضروری سمجھا جاتا تھا پڑھ لین اور ۱۵ سال کی عمر مین تحصیل ختم کرلی۔ اوسی عمر مین ابو الفضل کی لیاقت ایسی تھی کہ ہر مضمون پر عمدگی سے بحث کر سکتا تھا اور جن کتابون کو اسنے نہین پڑھا تھا اُنہین اچھی طرح سمجھ سکتا تھا اس ترقی کا سبب یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے مان باپ بھائی فیضی کے پاس رہتا تھا جہان ہمیشہ علم کے چرچے کے سوا اور کوئی ذکر نہ تھا اور جہان ہر وقت عالمون کا جمگھٹا رہتا تھا ایسی صحبت سے قاعدہ ہے کہ انسان کے دل مین ترقی کرنے کا شوق اور امنگ پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ ابو الفضل کے دل مین بھی یہ خواہش پیدا ہوتی ہوگی کہ باپ بھائی کیطرح مین بھی بڑا آدمی بن جاؤن اور اپنے آس پاس کی شانون سے ضرور اسکے اندر جوش اور ولولہ موجین مارتا ہوگا

مطالعہ کا شوق

گو ۱۵۶۹ء مین وہ ضروری تحصیل تمام کر چکا تھا لیکن اصلی لیاقت اور علم کی اس مین کمی تھی اس لیے اب اُس نے ان رسالون اور خلاصون کو جو باپ نے لکھے تھے دوبارہ دیکھنا شروع کیا اور اس دفعہ وہ بخوبی سمجھ مین آتے تھے اور اُن سے اُس کو بہت فائدہ ہوا اب وہ دل وجان سے لکھنے پڑھنے اور بڑے بڑے مصنفون کی کتابین پڑھنے مین مصروف ہوا آئندہ نو دس سال یعنی ۲۴ برس کی عمر تک اوسنے گویا ایک کتب خانہ مین زندگی

بسر کی۔ شیخ مبارک کے کتب خانہ مین بہت سے نایاب اور مفید کتابین تھین اور ابو الفضل کے بڑے بھائی فیضی کو بھی کتابین جمع کرنے کا بڑا شوق تھا خدا کی جن نعمتون کا شکریہ ابو الفضل نے ادا کیا ہے ان مین سے ایک یہ بھی ہے کہ "مجھکو طالب علمی کے زمانے مین نایاب اور مفید کتابین دیکھنے کا موقع ملا اور کسی سے کتابین مانگنے کی ذلت نہ اٹھانی پڑی" مطالعہ کے شوق کا یہ عالم تھا کہ اس دھن مین دو دو دن تک کھانا ہی نہ کھاتا تھا۔ لوگ اوسکی یہ حالت دیکھکر سخت تعجب کرتے تھے مگر وہ ان کو یہ جواب دیا کرتا تھا کہ "جب کوئی آدمی بیمار ہوا کرتا ہے اور عرصہ تک کھانا نہین کھاتا اور نہ پانی پیتا ہے تو تم اُسکے زندہ رہنے پر ذرا بھی تعجب نہین کرتے پھر میرے نہ کھانے پر کیون متعجب ہوتے ہو" پڑھتے پڑھتے اور بحث کرتے کرتے اکثر کتابین اوسے حفظ یاد ہو گئی تھین جن کا ابو الفضل نہ صرف مضمون بیان کر سکتا تھا بلکہ ان کی عبارت لفظ بلفظ صحیح پڑھ سکتا تھا۔

اوصاف

ذہانت :۔ ابو الفضل کی جودت اور ذہانت کا یہ حال تھا کہ اکثر بڑے بڑے مصنفون کی کتابون اور رایون پر اعتراض کر بیٹھتا تھا۔ اور جیسا کہ دستور ہے لوگ اوسے طفل مکتب سمجھکر اس کا مضحکہ کرتے تھے بعض آدمی خیال کرتے تھے کہ زیادہ پڑھنے سے اسکے دماغ مین فتور آگیا ہے بعض اس کا سبب ابو الفضل کا غرور بتاتے تھے ابو الفضل کو اُن لوگوں پر بڑا غصہ آتا تھا مگر دل ہی دل مین ناراض ہو کر چپ ہو رہتا تھا

اورجولوگ اُس سے بحث کرتے تھے انھین وہ بند کر دیتا تھا جیسا کہ خود ابو الفضل نے لکھا ہے اس زمانے مین اس کے مزاج مین کسی قدر غرور پیدا ہو گیا تھا اور دہ دوسرے آدمیون کو جاہل خیال کرنے لگا تھا۔ مگر شیخ مبارک نے اپنے فاضل بیٹے کی اس کمزوری کا بہت جلد علاج کر دیا ایک مصنف کی کتاب پر ابو الفضل بہت اعتراض کیا کرتا تھا۔ اسکے چند دوستون نے اُن اعتراضات کو لکھ بھی لیا تھا۔ اتفاق سے اس کے اُنھی دوستون مین سے کسی کے ہاتھ ایک پُرانی کتاب لگی۔ جس مین اُسی مصنف کی کتاب پر اکثر وہی اعتراض تھے جو ابو الفضل کیا کرتا تھا۔ پھر تو سب لوگ ابو الفضل کی بڑی عزت کرنے لگے۔

حافظہ ابو الفضل کے حافظہ کا یہ حال تھا کہ طالب علمی کے زمانے مین ایک کتاب دیکھی تھی۔ ایک شخص کے پاس یہی کتاب موجود تھی مگر آدھی سے زیادہ کیڑون نے کھائی ہوئی تھی اور لوگ اسکے فائدے سے محروم تھے ابو الفضل نے وہ کتاب لے لی اور چاٹے ہوے ورقون کو الگ کر کے ان کی جگہ کورے ورق لگائے اور انھین اپنی یاد سے لکھنا شروع کیا جب لکھ چکا تو کچھ عرصہ کے بعد پوری کتاب ہاتھ لگ گئی جب لوگون نے مقابلہ کیا تو صرف دو جگہ لفظون مین فرق تھا چار لفظ ایسے تھے جو اصل سے مختلف تھے مگر اُن کے معنی قریب قریب وہی تھے جو اصل لفظ کے تھے اور باقی سب حرف بحرف صحیح تھا اس سے ابو الفضل کی عزت لوگون کی دل مین اور بھی زیادہ ہو گئی۔

انکسار:۔ باوجودیکہ ابو الفضل اتنا عالم تھا اور اس کو اس قدر عزت حاصل تھی پھر بھی اسکے مزاج مین اس قدر انکسار تھا کہ وہ غریبون کی

ساتھ بھی بڑی عزت سے پیش آتا تھا اور وہ اپنی کمزوریوں پر اپنے آپ کو ملامت کرتا تھا۔

خدا پر اعتقاد: ۔خدائے تعالیٰ کے رحم اور قدرت کے خیال سے ابوالفضل کو تقویت ہوتی تھی لکھتے لکھتے جب اوسکی طبعیت پریشان ہوتی ہے تو وہ جگہہ جگہہ تعجب یا اوسی مین خدا کی طرف ہاتھ اُٹھاتا ہے اور سینکڑون جگہہ ایسے فقرے لکھتا ہے کہ ۔ اے خدا تو سب دیکھنے والا ہے تو قادر مطلق ہے میرے دل کو تسلی دے تمام آدمیون کی ساتھہ دوستی کی قوت عطا کر اور دنیا کے جھگڑون سے نجات بخش ۔ وہ ہر کام مین خدا کا ہاتھہ دیکھتا تھا جب اوس پر کوئی مصیبت پڑتی تھی تو یہ سمجھکر کہ خدا جو کرتا ہے اچھا کرتا ہے دلمین صبر اور ظاہر مین شکر کرتا ہے۔

بے تعصبی: ۔ ابوالفضل مذہبی تھا اور شاعر بھی اور فاضل بھی لیکن وہ مسلمانون اور دوسرے مذہب کے لوگون سے یکسان برتاؤ کرتا تھا اور رحم دلی اور بے تعصبی مین بے نظیر تھا ۔ یہی سبب ہے کہ وہ بمبئی کے پارسی اور پرتگال کے پادریا سے لے کر ہندوؤن کے جوگیون تک سے اتحاد رکھتا تھا ۔ ہر مذہب اور ہر فرقہ اور ہر قسم کے خیالات کے لوگ اسکی گرد جمع رہتے تھے ۔

ادائے فرض وہ اپنے فرائض منصبی کو نہایت دیانت داری سے انجام دیتا تھا ۔ قتل کے سال جب اس کو دکن کے معاملات کے تصفیہ کیلئے بھیجا گیا تو خاندیس کے بادشاہ نے جو ایک طرح سے ابوالفضل کا قریبی رشتہ دار تھا اسکے پاس جلسا کہ دستور ہے کچھہ قیمتی تحفے بھیجے ابوالفضل نے اس خیال سے کہ ان کے قبول کرنے سے معاملات

معاملات کے تصفیہ کرنے مین اسکی رائے پر اثر پڑے گا وہ تحفے واپس کر دئے اور لکھا کہ اگر ان تحفون سے یہ منشا ہے کہ مین تمھاری رعایت کرون تو یہہ مجھسے نہین ہو سکتا۔ اگر صرف دوستی اور محبت کا اظہار اور استحکام مقصود ہے تو مین پہلے ہی سے تمھارا سچا دوست ہون۔ اور بادشاہ کی عنایت سے مجھکو ان چیزون کی حاجت بھی نہین۔ اس لئے شکریہ کیساتھ ان چیزون کو واپس کرتا ہون "

فیاضی:- ابو الفضل کی سخاوت اور مہمان نوازی مشہور تھی۔ ہر اہل علم جو اوس کے پاس جاتا تھا وہ اوس سے کچھہ نہ کچھہ سلوک ضرور کرتا تھا اور ہزارون آدمی اوس کی سفارش سے نوکری پاتے تھے۔ منتخب التواریخ کا مصنف جو اکبر کے درباریون اور ابو الفضل کا سب سے بڑا دشمن تھا اُس نے بادشاہ کے نام ابو الفضل کی ایک عرضی نقل کی ہے جس مین ابو الفضل نے اپنے کسی دشمن کی تعریف نہایت زور و شور سے کی ہے اور بادشاہ سے التجا کی ہے کہ اُس لائق مگر غریب شخص کو کوئی عہدہ و جاگیر ضرور ملنی چاہئیے۔

شاہی دربار مین رسوخ

شیخ مبارک اور اوسکے بیٹے فیضی کا آنا جانا شاہی دربار مین ۹۷۷ھ مین شروع ہوا۔ فیضی دربار کا ملک الشعرا بن گیا تھا۔ سنہ ۹۸۱ ہجری مین جب کہ ابو الفضل کی عمر ۲۴ سال اور اکبر کی ۳۲ سال کی تھی فیضی نے ابو الفضل کو بادشاہ کے حضور مین پیش کیا۔ مگر سال بھر تک کوئی عہدہ نہین ملا۔ دوسرے سال ابو الفضل پھر دربار مین آیا جب وہ دربار مین پہنچا تو اس نے ارادہ کر لیا تھا کہ مین کسی چھوٹے عہدے پر قناعت نہین کرون گا بلکہ وزیر اعظمی پر پہونچکر

رہونگا جو کسی ملک میں بادشاہ کے بعد سب سے بڑا درجہ ہوتا ہے مگر اوس زمانے مین وزارت کے لئے عالم فاضل ہی ہونا ضروری نہ تھا بلکہ اعلیٰ درجہ کا بہادر اور سپہ سالار بھی ہونا شرط تھا اس لئے ابوالفضل نے جسکی عمر اب تک صرف کتابون کے مطالعہ مین صرف ہوتی تھی دربار مین داخل ہوتے ہی لڑائی کا فن سیکھنا شروع کیا اور اوسکے حاصل کرنے مین اس نے کوئی محنت باقی نہ چھوڑی تلوار - بندوق - تیر غرض تمام ہتیاردن کا استعمال کرنا - گھوڑے پر سوار ہونا سیکھلیا - اور لمبے لمبے چکر لگانے کا عادی ہو گیا - کھانے پینے کی تکلیف برداشت کرلین جو سپاہیون کیلئے ضروری ہے - سچ کسی نے کہا ہے :- ؎

ہمت بلند دار کہ پیش خدا و خلق
باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو

(آدمی کو بلند ہمت ہونا چاہیے کیونکہ خدا اور مخلوق کے نزدیک انسان کی ہمت کے مطابق اس کا اعتبار ہوتا ہے)

آخر ابوالفضل اپنی ہمت کی بدولت اکبر کے دربار مین وزارت عظمیٰ تک پہونچا اور ایسا عروج حاصل کیا کہ اکبر کو اس سے زیادہ عزیز کوئی نہ تھا -

وفات

اکبر کے بیٹے اور ولی عہد سلیم (جو بعد کو نورالدین جہانگیر ہوا) اور ابوالفضل کا ہمیشہ بگاڑ رہتا تھا - چنانچہ جب شہزادہ سلیم نے ایک بار اکبر سے بغاوت کی تو ابوالفضل نے سلطنت کا عقائم رکھنے کی غرض سے ایسی تدبیرین کین جن سے یہ بغاوت بہت جلد دور ہوا اور شہزادہ سلیم بادشاہ کا مطیع ہو - اتفاق سے اسی زمانہ مین ابوالفضل دکن کی ایک

مہم پر مصروف تھا اور وہاں کوئی حد بندی کر رہا تھا۔ ابو الفضل کے دار الخلافہ میں موجودگی کی ضرورت پڑی اور اکبر نے اسے بلایا ابو الفضل نے یہ سوچکر کہ جلد واپس آنا ہوگا کیونکہ مہم کا کام ابھی ختم نہیں ہوا ہے اپنے ساتھ فوج نہ لی۔ بلکہ صرف چالیس آدمیوں کو ہمراہ لیکر آگرہ کی جانب روانہ ہوا۔ ادھر شہزادہ سلیم کو معلوم ہوا کہ ابو الفضل صرف چالیس آدمیوں کو ہمراہ آگرہ آرہا ہے یہ خبر سنتے ہی اسنے نرسنگ دیو نامی ایک قزاق کو ابو الفضل کے قتل پر متعین کیا۔ اور نرسنگ دیو اپنے ساتھیوں سمیت ابو الفضل پر آپڑا۔ اگرچہ اُس وقت بھاگ جانے کا موقع تھا اور ابو الفضل کے ساتھیوں نے اسے بھاگ کر جان بچانے کی صلاح بھی دی مگر بہادر ابو الفضل نے ایک نہ سنی اور کہا کہ میں اکبر کا وزیر اعظم ہوکر دشمن کے مقابلہ میں پیٹھ نہیں دکھاؤنگا لڑائی ہوئی۔ اور ابو الفضل زخمی ہوکر گھوڑے سے گرا۔ نرسنگ دیو نے ابو الفضل کا سر کاٹ کر سلیم کے پاس بھیجا۔ یہہ واقعہ ۱۰۱۱ ھ کا ہے جب کہ ابو الفضل کی عمر ۵۶ سال کی تھی۔ ابو الفضل کے قتل کا اکبر کو سخت صدمہ ہوا۔

نواب محسن الملک سید مہدی علیخان بہادر

خاندان

نواب محسن الملک مرحوم کا اصلی نام سید مہدی علی تھا۔ اور سادات بارھہ کے مشہور خاندان سے تھے مگر ان کے باپ دادا کئی پشت سے شہر اٹاوہ صوبجات متحدہ گرہ و اودھ) میں رہنے لگے تھے ان کی طرف سے ان کا سلسلہ نسب شیخوپو

د فرخ آباد کے سیدون کے خاندان سے ملتا ہے ۔

پیدایش اور تعلیم

سید مہدی علی اٹاوہ مین ۹ دسمبر ۱۸۳۷ء کو پیدا ہوئے تھے اُنکی تعلیم اُس زمانے کے دستور کے مطابق صرف عربی و فارسی مین ہوی تھی اور انگریزی تعلیم سے انھین کچھ حصہ نہین ملا تھا۔ مگر زمانہ حال کے بہت کم لوگ جنھون نے انگریزی تعلیم حاصل کی ہے اُن سے عام قابلیت مین لگا کھا سکتے ہین عربی فارسی کی تعلیم انھون نے قصبۂ بھپھوند (ضلع اٹاوہ) کے بڑے عالم مولوی عنایت حسین صاحب سے پائی تھی۔ جو دیوہ (ضلع بارہ بنکی) کے رہنے والے تھے۔ کانپور کے مولوی سلامت اللہ صاحب سے بھی انھون نے کچھ تعلیم پائی تھی۔ وہ بچپن ہی سے ایسے ذہین تھے کہ لوگ اُن کے والد سے کہا کرتے تھے کہ تمھارا بیٹا بڑا حسید مولوی ہوگا۔ مگر انھین یہ خبر نہ تھی کہ یہ بچہ نہ صرف بڑا مولوی ہوگا بلکہ ملک اور قوم کی اعلیٰ درجہ کی خدمت کریگا۔

محسن الملک مرحوم بچپن مین لکھنے پڑھنے کے شوقین نہ تھے اُنکی آئندہ بزرگی کا خیال لوگون کو صرف اُنکی ذہانت اور شوخی سے ہوا کرتا تھا مگر جون جون سمجھ آتی گئی مطالعہ کا شوق بڑھتا گیا اور اُن کا تمام علم و فضل اسی کثرت مطالعہ کا نتیجہ تھا۔ ورنہ انھون نے اپنی کورس کی کتابون کو محنت سے نہین پڑھا تھا اور اگر وہ کورس کی کتابین بھی محنت سے پڑھتے تو غالباً اب سے زیادہ عالم فاضل مع ثی ملازمت کے زمانے مین بھی انھون نے کتابون کا مطالعہ نہین

چھوڑا بلکہ نہایت محنت سے راتون کو کتابین دیکھا کرتے تھے۔

سرکاری ملازمت

اگرچہ اُنکے خاندان مین سرکاری ملازمت کا رواج نہ تھا۔ اور اُنکے ایک عزیز سید ظہور علی کے جو صدر الصدور اور ریاست ٹونک کے وزیر ہوے اور کسی نے ملازمت نہ کی تھی لیکن سید مہدی علی روزی کی تلاش کے لئے مجبور ہوے اور کلکٹری اٹاوہ مین دس روپے ماہوار کی ملازمت کرلی۔ مگر اُنکے شریفانہ اور جلا بلانہ برتاؤ سے مسٹر ایلن ہیوم میجسٹریٹ و کلکٹر اٹاوہ ایسے خوش ہوے کہ ۱۸۵۷ء مین انھین اہلمد کردیا اتنے مین غدر پڑ گیا۔ اور اگرچہ اٹاوہ پر باغیون نے قبضہ کرلیا تھا۔ اور انکی حکومت بھی کچھ روز شہر پر رہی۔ مگر سید مہدی علی اور ان کا خاندان سرکار انگریزی ہی کا دم بھرتے رہتے تھے۔ جب غدر فرو ہوگیا اور انگریزی تسلط ہوئے سرے سے ہوا تو مسٹر ہیوم نے انھین پیشکار کردیا کچھ دن وہ سررشتہ داری کا کام بھی کرتے رہے۔ اور ۱۸۶۱ء مین تحصیلدار ہوگئے۔ اس زمانہ مین انھون نے کئی قانونی رسالے اردو زبان مین اعلی درجہ کے تصنیف کئے تھے ۱۸۶۳ء مین ڈپٹی کلکٹری کے لئے امتحان مقابلہ مین شامل ہوے اور بہت سے انگریزون تک سے اعلی درجہ پر کامیابی حاصل کی انھین تحصیلداری ہی کے زمانہ مین ڈپٹی کلکٹری کے اختیارات مل گئے تھے جو انکی قابلیت کا یقینی ثبوت ہے۔ ۱۸۶۷ء مین وہ مرزاپور کے ڈپٹی کلکٹر ہوے۔ جہان وہ ریاست دودھی کی سپرنٹنڈنٹی اور راج برہل کے کورٹ آف وارڈس کی منیجری بھی کرتے رہے اور ان سب کامون مین ایسی کامیابی حاصل کی کہ کلکٹر نے اپنی رپورٹ مین لکھا تھا کہ مین دعوے کے ساتھ کہسکتا ہون کہ مہدی علی سے زیادہ مستعد

ذہین اور ایماندار ملازم ممالک مغربی شمالی (حال صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ) میں نہیں ہے"

ریاست حیدرآباد میں طلبی

حیدرآباد کے مشہور وزیر اعظم سر سالار جنگ اعظم کلکتہ سے لوٹتے ہوئے سید مہدی علی کے ڈپٹی کلکٹری کے زمانہ میں مرزا پور آئے اور اُن سے ملکر ایسے خوش ہوئے کہ گورنمنٹ سے انھیں ریاست حیدرآباد کے لئے مانگ لیا۔ اور وہاں انھیں انسپکٹر جنرل مال مقرر کر دیا۔ اس عہدہ سے ترقی کر کے وہ بہت جلد کمشنر محکمہ بندوبست و پیمایش ہو گئے ۱۸۷۶ء میں مسٹر آنرسر اسٹوارٹ لفٹنٹ گورنر بنگال نے انھیں لکھا تھا کہ "تم نے ریاست نظام کی مالگزاری کا انتظام ایسے عمدہ اصول پر کیا ہے کہ حضور نظام کے ہاں میں تمھارے کاموں کو صرف وزیر اعظم سے دوسرے درجہ پر شمار کرتا ہوں"۔

محسن الملک کی نسبت سر سالار جنگ کہا کرتے تھے کہ "اس شخص کی رائے پر مجھے جتنا بھروسا ہے اتنا کسی اور کی رائے پر نہیں ہے" ۱۸۸۴ء میں وہ حیدرآباد کے پولیٹیکل سکرٹری ہو گئے۔ اور اس زمانے میں وہ اپنے اختیارات کو ایسی نیک نیتی سے کام میں لائے کہ حضور نظام نے انہیں ان خدمات کے صلہ میں محسن الدولہ محسن الملک منیر نواز جنگ کا خطاب عطا فرما کر تنخواہ ۲۸ سو روپیہ ماہوار کر دی۔

ولایت کا سفر

دنھی دنوں ریاست حیدرآباد کا ایک بہت بڑا مقدمہ ولایت میں

مسپیش تھا۔ اسکی پیروی کے لئے محسن الملک ہی بھیجے گئے۔ اس مقدمہ کی پیروی کے متعلق انھوں نے اپنے فرایض منصبی کو ایسی خوبی سے انجام دیا کہ حضور نظام ان سے بے حد خوش ہوئے لاثین انھوں نے دوسرے بڑے لوگوں کے علاوہ انگلستان کے مشہور وزیر اعظم مسٹر گلیڈسٹن سے بھی ملاقات کی تھی۔ مسٹر گلیڈسٹن جب تک زندہ رہے نواب محسن الملک مرحوم سے پرائیوٹ خط و کتابت جاری تھی ولایت ہی مین اُن سے ایک اور سرکاری عہدہ دار سرلیسل گرفن سے ملاقات ہوئی۔ اور وہ بھی نواب محسن الملک سے ملکر ایسے خوش ہوئے کہ ہندوستان مین انکو سوا کسی اور کو قابل ہی نہ سمجھتے تھے۔

پنشن

۱۸۹۳ء مین ریاست حیدرآباد سے انکی آٹھ سو روپیہ ماہوار کی پنشن ہوگئی اور وہ علیگڈھ آکر رہنے لگے اس پنشن کے علاوہ اور ذرایع سے بھی انھین بہت معقول آمدنی تھی۔ سرسید کے انتقال کے بعد وہ علی گڈھ کالج کے سکریٹری ہوگئے اور کالج کے ہر صیغہ کو انھون نے وہ ترقی دی کہ کالج نہ صرف ہندوستان مین بلکہ دوسرے ملکون مین بھی مشہور ہوگیا اور دوسرے ملکون کے طالب علم اسمین آنے لگے۔

انتقال

نواب محسن الملک مرحوم کی صحت خراب تو کئی سال سے تھی مگر چند مہینے سے طبیعت بہت بگڑ گئی تھی اور وہ علاج اور تبدیل آب وہوا کے لئے بمبئی چلے گئے تھے جب طبیعت کچھ سنبھلی تو وہان سے چلے آئے۔ اور شملہ تشریف لے

سے ملنے گئے شملہ پر انھیں مرض سرخ بادہ کا دورہ ہوا۔ مگر ایسا سخت کہ تمام
چہرہ اور گردن پر ورم آگیا۔ آخر ۱۶۔ اکتوبر سنہ ۱۹۰۷ء کو انکا انتقال ہو گیا۔ اور لاش
شملہ سے علی گڈھ لاکر سرسید کے پہلو مین دفن کیگئی۔

نواب محسن الملک مرحوم کی زندگی سے چند سبق

نواب محسن الملک مرحوم کی زندگی نہایت بیش بہا تھی اختصار کے ساتھ چند باتین
یہان لکھے جاتے ہین جن سے نہایت قیمتی سبق حاصل ہو سکتے ہین۔

(۱) نواب محسن الملک کی ہوش سنبھالنے کے وقت سے یہ عادت تھی
کہ جو کام انکے سپرد کیا جاتا تھا وہ اُس کو خوب جی لگاکر انجام دیتے تھے اور
اُسکے انجام دینے مین نہایت محنت و جفاکشی کرتے تھے جی لگاکر کام کرنے اور
محنت و کوشش کا پورا حق ادا کرنے کے سبب سے ہر ایک کام جس کو وہ ہاتھ
مین لیتے تھے ادنے حالت سے اعلےٰ حالت مین ترقی کرجاتا تھا اسی سبب سے
انکے افسر بھی اُن سے خوش رہتے تھے اور انکی ترقی تنخواہ و عہدہ کے لئے
ہر وقت کمربستہ رہا کرتے تھے

(۲) ایک عادت نواب محسن الملک مین یہ تھی کہ وہ مختلف عقاید کے لوگون سے
نہایت دوستانہ برتاؤ کرتے تھے انکے دوستون کا حلقہ نہایت وسیع تھا
عیسائی۔ پارسی۔ یہودی۔ ہندو۔ اور مسلمانون کے مختلف فرقوقون کے لوگ اُن
سے ملاقات کرتے تھے اور کسی کو اُن سے شکایت نہین ہوتی تھی بلکہ سب انکے
حسن اخلاق کے مداح اور ثناخوان پائے جاتے تھے۔ ملاقات کے وقت کبھی
کوئی ایسی بات اُن کی زبان پر بھولنے سے بھی نہین آتی تھی جو کسی گروہ کے
دلی کے لئے رنج اور شکایت باعث ہو۔

(۳) نہایت نہایت اعلیٰ اور پاکیزہ خصلت جو نواب صاحب مرحوم مین پائی جاتی تھی وہ یہ تھی کہ کسی شخص کے اختلاف رائے سے انکو کسی معاملہ مین رنج نہین ہوتا تھا۔ وہ نہایت خندہ جبینی سے ہر شخص کی اختلاف راے کو سنتے اور اسپر غور کرتے تھے۔ یہ اختلاف رائے کسی شخص کی طرف سے خواہ تحریری ہوتا یا کوئی شخص اُنکے روبرو زبانی طور پر اختلاف راے کا اظہار کرتا یہ ممکن تھا کہ اسکو پڑھنے یا سننے کے بعد انکے تیور پر کوئی شکن آتی۔ بعض موقعون پر یہان تک ہوا ہے کہ لوگون نے انکے سامنے نہایت گستاخی کیساتھ اُنکی ذات پر حملے کئے اور اختلاف رائے ہی پر بس نہین کی۔ بلکہ کھلم کھُلا مخالفت کا اظہار کیا۔ تاہم وہ اُس مخالفت کو ہنسی اور خوشی کیساتھ برداشت کرتے رہے اور کوئی ایسی حرکت اُن سے ظہور مین نہ آئی جو انکی شان کے خلاف ہوتی۔ حاضرین پر اس تحمل کا بہت نمایان اثر ہوتا تھا اور وہ اکثر حیرت مین غرق ہوجاتے تھے۔

(۴) ایک عادت ہمیشہ سے نواب محسن الملک مرحوم مین یہ تھی کہ وہ ہر ایک نئی بات کو قبول کرنے مین اول اول ہچکچاتے تھے۔ مگر جب ثابت ہوجاتا تھا کہ وہ بات معقول ہے۔ گو کہ اُنکے پرانے خیالات کے خلاف ہے تو بخوشی اس کو قبول کر لیتے تھے اور جب تک کہ اسکے خلاف کوئی بات ثابت نہین ہوتی تھی اُس کو مرابر مانتے رہتے تھے اور زبان اور قلم سے ہمیشہ اسکی حمایت کرتے تھے اسی عادت نے اُنکے خیالات کو ترقی دی تھی اور انکے دل و دماغ کو منور کیا تھا۔ سرسید مرحوم کی طبیعت مین جدت تھی وہ جب غور و فکر کرنے کے بعد کوئی ایسی بات اپنے قلم سے لکھتے جو عام لوگون کے خیالات کے برخلاف ہوتی تھی۔ نواب محسن الملک شد و مد کے ساتھ اُس سے اختلاف کرتے تھے۔

اور قلم اور زبان سے اسکے رد کرنے مین کام لیتے تھے۔ مگر جب اُن پر اچھی طرح ثابت ہو جاتا کہ سرسید کی راے نہایت مدلل اور مضبوط ہے تو وہ اس کی مخالفت چھوڑ دیتے تھے اور اسکی حمایت اور تائید مین زبان اور قلم کا زور صرف کرنے لگتے تھے۔

(۵) مرتے دم تک نواب محسن الملک کو مطالعہ کا شوق رہا۔ انگریزی اردو اور عربی کے بہت سے رسالے اور اخبار انکے پاس آیا کرتے تھے اور ڈاک کے آنے پر وہ نہایت سرگرمی کے ساتھ انکے دیکھنے مین مشغول ہو جاتے تھے۔ عربی۔ فارسی۔ اردو۔ اور انگریزی کی کتابون کا ایک کتب خانہ انکے ساتھ رہتا تھا۔ رات کو پلنگ پر لیٹ کر وہ جس کتاب کو چاہتے مطالعہ کرنے لگتے تھے اور قابل یادداشت مقامات کا نشان اُس کتاب کے حاشیے پر کرتے جاتے تھے جب ساری کتاب دیکھ چکتے تو کتاب کے اول مین تمام قابل یادداشت مقامات کے عنوان اپنے قلم سے لکھکر انکے سامنے صفحات کے نمبر لکھدیا کرتے تھے اسی عادت نے انکے معلومات کے دائرہ کو بہت وسیع کر دیا تھا اور باقاعدہ یادداشت رکھنے کے سبب سے وہ جس بات کو چاہتے بے تکلف اپنی تحریر یا تقریر مین لے آتے تھے۔

(۶) جن لوگون سے انکی جان پہچان اور ملاقات ہوتی تھی۔ انکے ساتھ وہ ہمیشہ فیاضانہ سلوک کرتے تھے۔ نہ حکام انکی نسبت سفارش کرنے مین دریغ کرتے تھے اور نہ بذات خود مدد کرنے مین کوتاہی کرتے تھے حیدرآباد مین سینکڑون آدمیون کو جو مختلف قوم اور مذہب کے تھے انھون نے نوکر رکھوایا اور سینکڑون کے ساتھ اپنی ذات سے سلوک کیا یہی سبب تھا کہ وہ جب حیدرآباد سے چلنے لگے تو ریلوے اسٹیشن پر کثرت سے

آدمی آموے تھے جو انکی جدائی کے رنج مین زار زار روتے تھے - حالانکہ یہہ نظارہ حیدرآباد سے قطع تعلق کرنے والون کے رخصت کے وقت کبھی نہین دیکھا گیا - فیاضی اور سخاوت انکی گھٹی مین پڑی ہوی تھی اور یہی وہ عمدہ عادت تھی جس کے سبب سے بے شمار آدمی انکے دام اخلاق مین ہمیشہ کیلئے اسیر ہوگئے تھے -

(۷) اپنے ماتحتون اور نوکرون کے ساتھ نواب محسن الملک مرحوم کا برتاو وہی تھا جو مامون رشید کا تھا انکی عفو و تحمل کی عادت نے انکے نوکرون کو کسی قدر شوخ کر دیا تھا - اور اکثر اوقات اُنکی شان کے خلاف گستاخی کر بیٹھتے تھے - مگر ممکن نہ تھا کہ وہ کسی نوکر کو اسکی گستاخی کی سزا دین - یا ہمیشہ کے لئے اُس سے ناراض ہو جائین - نوکر انکی عادت سمجھتے تھے - اور اس لئے جب کبھی وہ کسی نوکر پر خفا ہوتے تو وہ اپنے تئین نہایت افسردہ اور ناراض بنا لیتا تھا اس حالت مین نواب صاحب مرحوم اس نوکر سے اپنے برتاو کی معافی مانگتے تھے - اور بار بار مانگتے تھے - جب تک کہ وہ یہ نہ کہدے کہ اب مین آپسے راضی ہون -

(۸) قومی فائدے کے کامون مین انھون نے اپنا روپیہ بیدریغ صرف کیا اور ان کو مطلق خیال نہوا کہ اس کا انکے ذاتی اخراجات پر کیا اثر ہوگا سر سید مرحوم نے جب سے مدرستہ العلوم قایم کیا وہ ہمیشہ بے مانگے اور انکی مانگ پر اپنے روپیہ سے مدرسہ کی امداد کرتے رہے سید مرحوم کی قومی فیاضی انکی شخصی فیاضی پر سبقت لے گئی تھی مگر نواب محسن الملک مین دونون قسم کی فیاضی موجود تھی -

(۹) نواب محسن الملک اپنے دشمنون اور مخالفون سے کبھی انتقام

نہ لیتے تھے نہ اس خیال کو اپنے دل مین آنے دیتے تھے وہ نہایت پاکیزہ نفس اور شریف خصلت بزرگ تھے کبھی انکے کسی مخالف یا دشمن کو یہ خیال نہین آتا تھا کہ وہ اس سے انتقام لینے کے درپے ہین۔ سرسید مرحوم اور نواب صاحب مرحوم مین یہ خصلت یکسان درجہ کی تھی۔ دونون بزرگون کے دل عداوت۔ حسد۔ کینہ۔ اور انتقام کے خیالات سے پاک وصاف رہتے تھے۔

(۱۰) وہ جو کام کرتے تھے اپنا فرض سمجھکر کرتے تھے اس خیال سے نہین کرتے تھے کہ کوئی ان سے خوش ہو یا لوگ انکی تعریف کرین اسی لئے وہ ہر کام کو بڑی محنت اور کوشش سے کرتے تھے۔

(۱۱) نواب محسن الملک نے کبھی اپنی تعریف پوشیدہ یا ظاہر اور تحریر یا تقریر مین نہین کی وہ اپنے تئین قومی کامون مین ہمیشہ گمنام رکھنا چاہتے تھے مگر یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ گمنام رہین۔

تمام وہ انسان جو دوسرون کو فائدہ پہنچانے کی خاطر اپنی ہستی کو بھول جاتے ہین اور اپنی شخصیت کو مٹانے پر کمربستہ رہتے ہین۔ یہ ممکن نہین ہے کہ انکی ذات گمنام ہوجاوے اور انکا نام ونشان دنیا مین چاند وسورج بنکر نہ چمکے نواب محسن الملک کی اسی بے نام ونمود رہکر کام کرنے کی عادت نے اُن کو دنیاے اسلام مین مسلم الثبوت قومی لیڈر بنا دیا تھا۔

ابراہیم لنکن کا بچپن

لنکن کے ماں باپ

امریکہ کے مشہور پریسیڈنٹ ابراہیم لنکن کے باپ کا نام طامس لنکن اور ماں کا نام نینسی ہنکس تھا۔ ابراہیم لنکن کے متعلق جس قدر کتابیں لکھی گئی ہیں اُن سب میں لکھا ہوا ہے کہ ابراہیم لنکن کی ماں دماغی اور اخلاقی قوت میں اپنے شوہر سے کہیں بڑھی ہوئی تھی اگرچہ کہ اُسکے جسمانی قویٰ کمزور تھے اسکی صحت بھی اچھی نہ تھی اسکے ماں باپ اُسے بچی ہی چھوڑکر مرگئے تھے اور اسکی پرورش ایک رشتہ دار کی فیاضی سے ہوئی تھی پھر بھی ابراہیم لنکن کی ماں نینسی ہنکس نے اعلیٰ تعلیمی اور اخلاقی قابلیت حاصل کی ابراہیم لنکن اپنی ماں کی نسبت ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ "میں جو کچھ ہوں اور آئندہ ہونا چاہتا ہوں یہ سب میری فرشتہ خصلت ماں کا طفیل ہے۔ خدا اس پر رحمت نازل کرے" ابتدا میں تو اُس کے ماں باپ الزبتھ ٹاؤن میں رہا کرتے تھے۔ مگر ابراہیم لنکن کی پیدایش کے قریب الزبتھ ٹاؤن سے چودہ میل کے فاصلہ پر ہارڈن نامی مقام کو چلے گئے جہاں طامس لنکن کا کھیت تھا اور جہاں بہ نسبت الزبتھ ٹاؤن کے خرچ بھی کم ہوتا تھا۔

لنکن کی پیدایش

ہارڈن میں ۱۲۔ فروری سنہ ۱۸۰۹ء کو ایک چھوٹے سے ذلیل

مکان کے اندر جو انگھڑ لیٹھوں کو گارے سے چنکر بنا لیا گیا تھا سو وہ شخص پیدا ہوا جو ایک روز اضلاع متحدہ امریکہ کی پریسیڈنسی سے معزز عہدہ پر پہنچا۔ اس مکان کا فرش مٹی کا تھا۔ صرف دروازہ اور ایک کھڑکی تھی ایک آتش دان اور ایک دودکش تھا ابراہیم لنکن نہ صرف اضلاع متحدہ کا پریسیڈنٹ تھا۔ بلکہ ایک ملک کا نجات دلانے والا ایک سلطنت کا قائم کرنے والا اور ایک قوم کا بنانے والا تھا۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ یہ بات مشکل سے خیال میں آسکتی تھی کہ ایک ایسے ذلیل مکان میں پیدا ہونے والا بچہ ایک ایسے درجہ پر پہنچیگا جسکے لئے زندہ رہنے اور جسکے لئے مرجانے کی ہر انسان خواہش کر سکتا ہے" اسکے والدین نے اس کا نام اسکے دادا کے نام پر ابراہیم لنکن رکھا۔ باوجودیکہ لنکن کا مکان ایسا بدحیثیت تھا۔ مگر وہاں غریبانہ آرام باہمی محبت اور پدرانہ و مادرانہ شفقت کی کمی نہ تھی۔ ابراہیم لنکن کے ماں باپ اور بہن بھائی آپس میں نہایت محبت کیساتھ رہا کرتے تھے۔ اسکے ماں باپ بچوں کی ہر طرح نگرانی کرتے تھے۔ اور انکی آئندہ ترقی کی کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھتے تھے۔

ایک حادثہ

ابراہیم لنکن بچپن ہی سے مضبوط اور تندرست تھا۔ اور میدان میں اسکے لئے ورزش کا کافی سامان تھا۔ جس سے اسکے ہاتھ پاؤں اور زیادہ مضبوط ہوے اسکے چند ساتھی بھی تھے جنکے ساتھ وہ کھیلا کرتا تھا۔ ان میں سے ایک کا نام آسٹن گولاہر تھا جو لنکن کو ایک بار ڈوبنے

سے بچانے کا قصہ بیان کرتا تھا۔ ایک بار کا ذکر ہے کہ گولاہر اور اسکی مان اتوار کے دن طامس لنکن کے گھر گئے گولاہر کی مان تو لنکن کی مان سے باتون مین مصروف ہوگئی اُدھر ابراہیم لنکن اور اسٹن گولاہر نے شکار کا مشورہ کیا اور دونون بندوقین لیکر تیتر کے شکار کے لئے چلے گئے وہ زمانہ برسات کا تھا اور راستہ مین انھین ایک چشمہ کو عبور کرنا تھا جو بارش کی وجہ سے بھرا چلرہا تھا۔ آدمیوں کے آنے جانے کے لئے چشمہ پر ایک لمبا لٹھا ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک پڑا رہتا تھا جسپر سے لوگ چشمہ سے پار اترجاتے تھے۔ جب لنکن اور گولاہر اُس لٹھے پر سے گذرنے لگے تو گولاہر تو اتر گیا مگر لنکن کا پاؤن پھسلا اور گولاہر کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ چشمہ مین غوطے کھانے لگا۔ گولاہر دوڑکر قریب سے ایک لمبا بانس لے آیا اور کنارہ پر سے اسے لنکن کے پاس پہنچایا لنکن نے جھپٹ بانس پکڑ لیا۔ اور اس طرح گولاہر نے اُسے کنارہ پر کھینچ لیا۔ مگر کنارہ پر پہنچکر لنکن بیہوش ہوگیا۔ اگرچہ گولاہر گھبرا گیا تھا۔ مگر لنکن کو ہلا جلا کر اور سینہ وغیرہ لوٹ کر وہ ہوش مین لایا۔ اور جب گدلا پانی جو لنکن پی گیا تھا۔ اُس کے پیٹ مین سے نکل گیا تو وہ بالکل اچھا ہوگیا۔ مگر اس خوف سے کہ اگر بھیگے کپڑے پہنے گھر پہنچے تو مار پڑے گی دونون نے کپڑون کو اتار کر سوکھنے کے لئے پھیلا دیا۔ اور اُس انتظار مین بہت دیر تک جنگل مین پڑے رہے۔

لنکن کی تعلیم

جب ابراہیم لنکن کچھ کم سات برس کا ہوا تو ایک شخص ذکریا رینی وہان آگیا اور اُس نے ایک اسکول کھول دیا ابراہیم لنکن ہی اُس کا شاگرد ہوگیا

جس مکان مین مدرسہ کھولا گیا تھا وہ ایک بھونڈا مکان تھا جسین ہوا کے لئے ایک کھڑکی بھی نہین تھی۔ فرش کچّا تھا۔ اُستاد خود ہی زمین پر بیٹھتا تھا۔ اور اسکے تمام شاگرد بھی زمین پر بیٹھتے تھے۔ زکریا بنی پڑھا لکھا بھی معمولی تھا۔ مگر ابراہیم لنکن نے پہلے سے اپنی مان سے پڑہنا شروع کر دیا تھا۔ اور لکھنے پڑہنے کا بہت شایق تھا۔ اور پریسیڈنٹ ہو جانے کے بعد وہ قصہ بیان کرتا تھا کہ "بچپن مین میری مان مجھے یا میرے کسی بہن بھائی کو اپنے گھٹنے پر بٹھا لیتی۔ اور کتاب مین سے کوئی قصہ پڑھوایا کرتی یا خود پڑھکر سنایا کرتی تھی" لنکن اسکول مین بہت تیز طالب علم سمجھا جاتا تھا۔ وہ لکھنے کا خاص طور پر شوقین تھا۔ کاغذ نہ ملتا یا گھر سے باہر ہوتا تو کوئلہ لے کر زمین پر یا برف ہی پر لکھتا غرض جہان کہین جس پر لکھنا ممکن ہو سکتا تھا اسکے لئے کاغذ تھی۔ اصل یہ ہے کہ اُس زمانہ مین کاغذ اتنا افراط سے بھی نہ تھا جیسا کہ اب ہے۔ ایک اور ذریعہ جس سے لنکن کی تعلیم کو فائدہ پہنچا یہ تھا کہ جو پادری یہان آتے اور وعظ کہتے تھے انکی تقریرین لنکن بڑی غور و توجہ سے سنا کرتا تھا۔ اور اگرچہ ان سے لنکن کو علمی فائدہ بہت کم پہنچا۔ مگر عام جلسون مین تقریر کرنے کا شوق اسی سے پیدا ہوا۔ جب لنکن کسی واعظ کا وعظ سن لیتا تو اسکول آکر اپنے ساتھیون کو اپنے گرد جمع کر کے واعظ کی نقل کیا کرتا تھا لنکن جو کچھ پڑھ لیتا تھا اُسے بھولتا نہ تھا بلکہ ہمیشہ اُسمین اضافہ کرتا تھا۔ اور کوئی نہ کوئی کتاب ہمیشہ اسکے مطالعہ مین رہتی تھی۔

نقل مکان

ابراہیم لنکن آٹھ سال کا تھا کہ اسکے والدین ہارڈن ٹاؤن سے انڈیانا

بابا اور امین عملی حصہ لیتا تھا۔ مگر شکار کا اسے مطلق شوق نہ تھا اسی اسپیچ
دینے اور سننے کا نہایت شوق تھا اور عدالتوں میں جاکر وکیلوں کی تقریر سنا
کرتا تھا۔ وہ تمباکو اور ہر قسم کی چیزوں سے سخت نفرت رکھتا تھا۔ ابراہیم لنکن کا
خط بہت اچھا تھا ایک بار ایک لڑکے نے ابراہیم لنکن کا خط دیکھکر فرمایش کی کہ
کچھ لکھ دیجیے تاکہ میں اسکی مشق کروں ابراہیم نے یہ شعر لکھ دیا۔

Good boys who to their books apply
will all be great men by and by

اس شعر کا ترجمہ یہ ہے:

کتابوں میں جو مستغرق ہیں رات دن
ہونگے بڑے بن کے وہ ایک دن

ابراہیم لنکن نے ۱۴۔ اپریل ۱۸۶۵ء کو فورڈ تھیٹر واشنگٹن میں ایک ایکٹر
کے ہاتھ سے زخمی ہوکر ۱۵۔ اپریل کو انتقال کیا۔

ابراہیم لنکن کی زندگی تمام بڑے بڑے آدمیوں کی زندگی کیطرح مثل کتابوں
کے ہے۔ جنکے ورقوں سے ہم یہ سبق حاصل کر سکتے ہیں کہ ہماری زندگی میں
جس قسم کے موقعے ہمیں حاصل ہوں ہم اُن کا بہترین استعمال کریں اور
اس بات کا یقین رکھیں کہ مفید اور کامیاب زندگی کے راستہ میں جو تنگ
و تاریک غار حائل ہیں اُنھیں ہم محنت اور استقلال کے ذریعہ سے عبور کر سکتے ہیں



مسٹر جیمس واٹ

(جو دخانی انجن کا موجد تھا)

مسٹر جیمس واٹ کی سوانح عمری سے ایک بات ثابت ہوتی ہے کہ ایک بچے کے خیالات سے ایسے ایسے نتیجے نکلتے ہین جو دنیا کے لئے بہت ہی کارآمد ہوتے ہین کہتے ہین اور غالباً یہ صحیح ہے) کہ روزمرہ کے چھوٹے چھوٹے واقعات سے جس کا بچپنے مین اس لڑکے کے دل پر اثر ہوتا تھا اسکا اس چیز کے جلد سمجھنے مطالعہ کرنے اور تحقیق مکمل کرنے کی خواہش ہوئی جو اسکی ضرورت اور ترقی کی وجہ سے دخانی طاقت کی سائنس کہی جاسکتی ہے اسکی نسبت یون لکھا ہوا ہے کہ قدرتی طور پر اس کا میلان خاطر یہ تھا کہ وہ پیش آنے والی باتون پر غور کیا کرتا تھا جس کے کم سمجھ دیکھنے والون کو وہ گھٹا معلوم پڑتا تھا۔ مگر خوش قسمتی سے اس کا باپ عقلمند تھا اور اسکو اپنے بیٹے کی ترقی کن قابلیتون سے بڑی بڑی امیدین تھین دور کے یا کم سمجھ رشتہ دارون کو ایسی امیدین نہ تھین ایکبار اس لڑکے کی پھوپی مسز میور ہیڈ صاحبہ نے اسکی ظاہرا مردہ دلی اور کاہلی پر بخت سست کہا اور اسکو کتابت سے فائدہ اٹھانے کی ہدایت کی اسنے یہ بھی کہا کہ ایک گھنٹے سے زیادہ ہوچکا اور تم نے زبان سے ایک لفظ بھی نہ کہا تمکو معلوم ہے کہ تم اتنی دیر کیا کرتے رہے ؟ تم چاء کی دیگچی کا ڈھکن اتارتے اور رکھتے رہے ہو۔ تم بھاپ کے اوپر چمچے اور طشتریان اور چمچے دہرتے رہے ہو اور بھاپ سے جو قطرے ان پر بنگئے انکو پکڑنے کی کوشش کے

ناکی اسپنسر کونٹی کے مقام جنبٹر یول کو چلے گئے اور وہان جاکر ایک سنسان بے ہڑ جگہ آباد ہوے ایک چھوٹا سا مکان بنایا جو ایک طرف سے بالکل کھلا ہوا تھا۔ اس طرف بانسون پر کھالین تان کر ہوا کیچاؤ کر لیا گیا تھا۔ پھر بھی ہوا اور بارش کی پوری روک نہین ہوتی تھی یہان لنکن کو مکان وغیرہ درست کرنے کے لئے لکڑیان بہت کاٹنی پڑتی تھین۔ اور اس وجہ سے ہر وقت اسکے ہاتھ مین کلہاڑی لگی رہتی تھی۔ اسطرح سال بھر بعد طامس لنکن اور ابراہیم لنکن نے ذرا زیادہ آرام کا مکان بنا لیا۔ اس مکان مین جو کمرہ لنکن کے سونے کا تھا اسمین سوکھے پتون کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا۔ لنکن کی عمر اسوقت اگرچہ صرف نو سال کی تھی۔ مگر درخت کاٹنے مکان بنانے ہل جوتنے غرض ہر کام مین وہ اپنے باپ کو مدد دیتا تھا۔

حُلیہ

ابراہیم لنکن بچپن مین اپنی عمر کے لحاظ سے بہت لمبا اور مضبوط تھا اور اسلئے طامس لنکن اُس سے بخوبی مدد لے سکتا تھا۔ چہرہ مہرا لنکن کا کچھ دلکش نہ تھا بڑھتا بہت جلد جلد تھا۔ اس کی ٹانگین جسم کی مناسبت سے زیادہ لمبی تھین وہ اپنی مان کی بنائی ہوئی سوکاسن (تسمہ دار جوتہ) پہنے رہتا تھا۔ شکار مین پہننے کے لیے اُس نے ہرن کی کھال کا کوٹ پتلون بنا رکھا تھا۔

سوتیلی مان

جب ابراہیم لنکن دس سال کا ہوا تو اسکی مان کا انتقال ہو گیا سال بھر کے اندر طامس لنکن نے دوسری شادی کی۔ طامس لنکن کی یہ بیوی بیوہ تھی اور تین بچے پہلے شوہر سے تھے جو اپنی مان کے ساتھ آئے جب

ہی سز لنکن گھر آئی تو خاندان کی ذرا آرام سے بسر ہونے لگی۔ کیونکہ وہ اپنے ساتھ گھر گرستی کے سامان کی ایک کافی مقدار لائی تھی۔ اور ہر طرح کفایت شعار سلیقہ مند اور محنتی تھی اور ابراہیم لنکن اسکی بہن کو اپنے ہی بچون کے برابر پیار کرتی تھی۔

محنت مزدوری اور لوگون کی خدمت

جس روز گھر مین کچھ کام نہ ہوتا تھا تو ابراہیم لنکن اور لوگونکی محنت مزدوری کرنے چلا جاتا تھا اور اُس سے اتنا کما لاتا تھا کہ گھر کا ایک روز کا خرچ بخوبی چل جاتا تھا۔ لنکن پڑوسیون کی بڑی خدمت کیا کرتا تھا جس سے ہر شخص اُس سے محبت کرتا تھا۔ کچھ نہ ہوتا تو قصے ہی سنا سنا کر لوگون کے دل بھلایا کرتا تھا

مطالعہ کا شوق

ایسی مصروفیتون کے باوجود لنکن پڑہنے کے لئے وقت نکالا کرتا تھا کتاب مین جو بات اُسے پسند آجاتی اُسکو وہ کاغذ اور اگر کاغذ نہ ملتا تو لکڑی کے تختہ ہی پر لکھ لیتا اور اُسے حفظ یاد کر لیتا تھا چودہ سال کی عمر مین لنکن پھر مدرسہ مین داخل ہوا۔ مگر تھوڑی ہی مدت کے لئے کہتے ہین کہ پچاس پچاس میل کے دور مین جتنی کتابین تھین وہ اُسنے سب پڑھی تھین ۱۷ سال کی عمر مین وہ ایک بار پھر اسکول مین بیٹھا مگر سال بھر کے بعد پھر اٹھ گیا۔ ابراہیم لنکن جو کچھ پڑہتا تھا اُس کی تہ تک کو پہنچنا چاہتا تھا۔ اور اسی لئے تھوڑے دن ہی اسکول مین رہنا اسکے لئے فائدہ مند ہی ہوتا تھا۔

متفرق حالات

ابراہیم لنکن پڑوس مین جتنے تماشے کھیل ہوتے تھے انھین دیکھنے

رہے ہو۔ کیا یہ شرم کی بات نہین ہے کہ تم اپنا وقت اس طرح ضایع کرتے ہو" مسز میور ہیڈ نا واقف تھی کہ یہ اُس ایجاد کی بڑی ترقی مین پہلا تجربہ تھا جس سے اُسکے بھانجے کا نام ہمیشہ زندہ رہیگا اُسنے اُس وقت جیسا کہ اب سمجھتے ہین نہین سمجھا تھا کہ چھوٹا لڑکا جو چاء کی دیگچی سے کھیل رہا تھا ایک بڑا انجینیر ہوگا اور یہ اسکی ان ایجادون کی شروعات تھی جنس سے انسان کو ایسے بڑے فائدے ہونگے۔

واٹ ملک اسکاٹ لینڈ کے مقام گرینوک مین ۱۹ جنوری ۱۷۳۶ء کو پیدا ہوا تھا اس کا باپ اس شہر مین سوداگر اور مجسٹریٹ تھا۔ واٹ گرینوک کے مدرسہ مین گیا مگر چونکہ وہ کمزور تھا اسکے والدین اسکے باقاعدہ طالب علمی پر مصر نہ ہوتے تھے مگر واٹ ایسا بیوقوف نہ تھا کہ وہ ان گھنٹون کو جو مدرسہ مین صرف نہ ہوتے تھے ضایع کرتا۔ وہ گھر پر بڑی محنت سے مطالعہ کیا کرتا تھا کہ اسکی کمزوری سے اسکی تعلیم مین ہرج واقع نہ ہو۔ ڈاکٹر لارڈنر صاحب فرماتے ہین کہ" اس کے باپ نے اپنے بیٹے کا میلان خاطر دیکھکر ایک مجموعہ اوزار ان کا اسکو دیدیا کہ وہ ان سے کام لے۔ ان کو اس نے بڑی عمدگی سے استعمال کرنا سیکھ لیا۔ بچون کے کھلونے جو اسکو ملجاتے تھے وہ انکے ٹکڑے علیحدہ کیا کرتا تھا۔ اور ان کو جوڑا کرتا تھا اور نئے کھلونے بھی بنایا کرتا تھا۔ آخرش اس نے اپنے اوزارون سے برقی کل بنائی اور اس سے جو چنگاریان نکلتی تھین وہ اس غریب بچے کیساتھ کھیلنے والون کو کیسے دلگی کا بڑا ذریعہ تھین"

جب واٹ اٹھارہ سال کا ہوا تو وہ لندن بھیجا گیا کہ ایک علم ریاضی کے آلات بنانے والے کی شاگردی کرے۔ مگر ایک

ہی سال کے اندر اسکی صحت نے اسکو اسکاٹ لینڈ واپس آنے کو مجبور کیا۔ اور اس نے اس پیشہ مین اور زیادہ تعلیم نہین پائی۔ تاہم اس سے گلاسگو مین رہنے کیلئے کہا گیا۔ اور تھوڑے ہی دن کے بعد ۱۷۵۷ء مین وہ گلاسگو یونیورسٹی مین علم ریاضی کے آلات بنانے والے کی آسامی پر مقرر کیا گیا۔ یہان وہ سب مشاہیر کی صحبت مین خوش رہتا تھا۔ اور اسکی دوکان پروفیسرون اور طالب علمون کا مرجع بنگئی تھی۔ طلبا مین سے ایک مسٹر رابنسن تھا یہ بڑا اسٹیٹ تھا اور بعد مین ڈاکٹر رابنسن مشہور ہوا۔ اور اسکو ہی واٹ صاحب کے دماغی خیالات کا تجربہ کرتا تھا۔ اس جنٹلمین نے واٹ صاحب کی سوانح عمری کے دیباچہ مین یون لکھا ہے کہ "مین نے واٹ صاحب کو کاریگر دیکھا اور اسکی بڑہنے کی امید نہ کی۔ مگر مجھے یہ دیکھکر تعجب ہوا کہ وہ شخص میرے ایک نوجوان فیلسوف ہے اور اس مین اسنے ہمیشہ مجھے تعلیم دی۔ مجھے اس بات کا فخر تھا کہ مین فلسفہ مین جسکا مطالعہ مجھے نہایت دل پسند تھا بہت قابل ہون مگر مجھے یہ معلوم کرکے بڑی حیرت ہوئی کہ مسٹر واٹ اس مین مجھسے بہی زیادہ قابل ہے۔ جب کبھی نوجوان طالب علمونکو کوئی دقت پیش آتی تو ہم سب مسٹر واٹ کے پاس جاتے۔ اسکو صرف طیار ہونے کی ضرورت ہوتی تھی کیونکہ وہ ہر بات کو اس طرح کیا کرتا کہ گویا کسی نئی اور مشکل کتاب کا شروع سے مطالعہ کر رہا ہو اور ہم کو معلوم ہوا کہ وہ اسکو اس وقت چھوڑتا تھا جب اس کا نتیجہ یا مطلب نکال لیتا تھا یا اسمین کچھہ نہ کچھہ مطلب پیدا کر لیتا تھا۔

مگر واٹ صاحب کو ملازمت بہت سودمند نہ ہوئی اس نے اس کو ۱۷۶۳ء مین ترک کردیا اور جنرل انجنیر کا پیشہ اختیار کیا اس نئے کام مین اسکو

بہت کامیابی ہوئی - لیکن اپنی تمام کامیابیون مین وہ ایک مدعا پر چپ چاپ
کام کر رہا تھا - جو اسکے خیالات کے واسطے شایان تھا - اسکے دوست
مسٹر رابیسن کے خیالات نے اس سے کچھ پہلے اس کا خیال بار بار
اس طرف پھیرا کہ بھاپ کو علم ہندسہ کی ویکل کیطرح پیٹھ دار گاڑیون کے
چلانے مین استعمال کیا جائے - شاید ہمارے بعض ناظرین واقف ہونگے
کہ بھاپ کی طاقت اور اس کا علم ریاضی کے کامون مین استعمال کیا جانا
بہت پہلے معلوم ہو چکا تھا - سنہ ۱۶۹۸ء مین کپتان ٹامسن سیوزی نے
کانون مین جمع شدہ پانی کو باہر نکالنے کے لئے ایک دخانی کل ایجاد کی -

جب مسٹر واٹ ایک مضمون پر غور کر رہا تھا ایک چھوٹا سا نمونہ
سینوکومن صاحب کے انجن کا جو کہ گلاسگو کالج مین استعمال کیا جاتا تھا بگڑ گیا
اسکے پاس مرمت کے لئے بھیجا گیا اس نے بہت جلد اس انجن کے علم
ریاضی کے متعلق نقایص کو معلوم کر لیا اور پھر پہلے سے زیادہ محنت کے
ساتھ کام کرنے لگا - لیکن کیا ہمارے ناظرین دخانی جہاز کے اصول سے
ناواقف ہین ہم اس کو مختصر الفاظ مین بیان کرنے کی کوشش کرینگے
اول سنو یہ بات ہوئی ہے کہ ایک پائنٹ (قریب آدھ سیر کے) پانی حرارت
سے کھول کر دو سولہ سولہ گیلن اسٹیم بھاپ بنجاتا ہے اسلئے اتنی بھاپ
کی جتنی ایک گیلن کے برتن مین اسکتی ہے - سردی کے زور یا استعمال سے
ایک پائنٹ پانی کے دوسو سولہوین حصہ مین تفریق ہوسکتی ہے آداب
ہم اپنے دوست کے پاپ گن کو بطور مثال لین - تو ہم پاپ گن کی تعریف
کرین اور نالی کو بیلن سمجھین اور دستہ کو گز یا ڈنڈا سمجھین - فرض کرو کہ
ذرا سی بھاپ بیلن کی تلی یا پاپ گن مین چھوڑ دو اور دستہ کو ڈنڈے کو

اس مین رہنے دو اور بھاپ بڑھتی ہے اور دستہ اسیر جاتا ہے اب سرد پانی پہنچانے سے بھاپ پانی کے چھوٹے چھوٹے قطرے ہو جاتی ہے اور دستہ بڑی تیزی اور بھاری پن سے نیچے گر جاتا ہے کیونکہ بھاپ سے ہوا بند ہو جاتی ہے اس مین اسکے مقابلہ کرنے کی بھی طاقت نہین رہتی یس اوپر اور نیچے والی حرکت کو جس قدر تم چاہو کر سکتے ہو۔ روڈ (چھڑی یا ڈنڈے) اور کرینک (موڑ یا پیچ) کے زور سے اس اوپر نیچے والی حرکت کے سبب پہیہ یا ڈنڈا ادستہ یعنے دستہ آسانی سے گھوم سکتا ہے اور دخانی کل کا یہی اصول ہے۔

اب دیکھنا چاہیئے کہ جب نیوکوس صاحب کے انجن کے بیلن مین بھاپ بھری ہوئی تھی اور جب ڈنڈا یا دستہ اوپر کو اٹھا ہوا ہوتا تھا تو کچھ سرد پانی بیلن مین چلا جاتا تھا اور در اصل بھاپ منجمد ہو جاتی تھی اور ڈنڈا یا دستہ نیچے گر جاتا تھا۔ مگر اس مین یہ نقصان ہوتا تھا کہ سرد پانی نہ صرف بھاپ بلکہ بیلن کو بھی ٹھنڈا کر دیتا تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ برتن کو بھی پھر گرم کرنا پڑتا تھا قبل اسکے کہ بھاپ بحیثیت بھاپ اسمین باقی رہجائے۔ واٹ صاحب نے دیکھا کہ جتنی لکڑی جلنی چاہیئے تھی اسکی چوگنی صرف ہوتی تھی۔ یا یون کہئے کہ ۳/۴ حصہ لکڑیونکا بیلن کو ہر مرتبہ پانی سے ٹھنڈا کر دینے کے بعد گرم کرنے مین ضایع ہو جاتا تھا واٹ صاحب نے بڑی غور و فکر سے اس نقص کو دور کیا اس کی سمجھ مین یون آیا کہ انجماد کے واسطے بھاپ دستہ کو اٹھا کر نکالی جاے اس لئے اس نے بیلن کے پاس ایک کنڈنسر (وہ برتن جس کی مدد سے انجماد کا کام چلسکے) لگایا جس مین استعمال شدہ بھاپ فوراً چلی

جاتی تھی۔ اور دستہ بدستور سابق نیچے گرجاتا تھا۔ اس طرح بیلن پر ستوا تر گرم رہتا تھا اور اس سے معلوم ہوا جس قدر بھاپ بیلن کو بھرنے کے لئے درکار ہوتی تھی وہ صرف ایک چوتھائی لکڑی سے بن جاتی تھی۔

مسٹر جیمس واٹ نے پہلے بڑی ترقی یا اصلاح کی۔ اس کے بعد دوسرے کا نمبر آیا اسکی سمجھ میں آیا کہ اگر بھاپ کے بیلن کی تلی میں داخل ہونے سے دستہ اوپر کو اٹھ جاتا ہے تو اوس کی چوٹی یا اوپر کے حصہ میں داخل ہونے سے بجائے اس کے کہ دستہ نیچے کو گرایا جائے نیچے کیطرف چلا جائیگا ایسا کرنے سے انجن کی طاقت قریب دوگنی کے ہو جائیگی۔ اور کام بہت باقاعدہ ہوگا یہ نہایت ضروری کام جب ایک دفعہ سمجھ میں آگیا تو بہت جلد انجام کو پہنچ گیا بائیلر میں سے ایک نل بیلن کی چوٹی میں بھاپ لیجانے کے لئے لگا دو۔ اور ایک اور نل اس میں سے کنڈیت کی طرف بھاپ کو منجمد کرنے کے لئے اُن سے اُس کو مکمل اور کارآمد حکمت اور ایجادوں سے آراستہ کردیا یہ ایجادیں خانی کل کے اس حصہ میں ہوئیں جسکو گورنر کہتے ہیں۔ وہ ایک گردش کرنے والا ہے اور اسکی چوٹی پر سے دو شاخیں شکل انگریزی حروف اے (A) یا کھلے ہوئے چمٹے کی آتی ہیں جسکے دونوں سروں پر دو ٹھیل کی گیند یا گولیاں ہیں یہ اس طرح پر وضع کیا گیا ہے کہ جسقدر تیز انجن یا کل چلیگی اسی قدر دونوں گولے ایک دوسرے سے دور رہیں گے ورنہ پاس پاس۔ تاکہ انجن یا کل چلانے والا ہر وقت ایک نگاہ ڈال کر دیکھ سکتا ہے کہ انجن یا کل زیادہ تیز جارہی یا زیادہ آہستہ۔ لیکن واٹ صاحب نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ اس نے چاہا کہ خود انجن اپنا کام کرے اور خود اپنا گورنر ہو اور انسے یہ بات زیادہ کی کہ چونکہ انجن کی تیز رفتاری کے سبب یہ دونوں گولے ایک

دوسرے سے دور رہتے ہین وہ ایک چھڑی یا ڈنڈے سے ملا دئے جائین
تا کہ بیلن مین تھوڑی سی بھاپ جانے سے رک جائے اور اس طرح
انجن کا فعل کم ہوجائے یعنی ضروری اندازہ کے موافق ہوجائے۔
پھر واٹ صاحب نے بوئیلر مین ایک معقول ذخیرہ پانی کا جمع
لیا۔ جب پانی صرف ہوجاتا ہے تو یہ گھڑا ئی نیچے اسکی سطح مین چلی جاتی ہے
اور جب وہ ایک خاص گہرائی پر پہنچ جاتی ہے تو ایک ڈھکن کھل جاتا ہے
اور زیادہ پانی اسکے اندر آجاتا ہے الغرض اسی طرح اُس نے اس کے تمام
حصوں مین اصلاح کی واٹ صاحب کو معلوم ہوا کہ دخانی کل ایک بھدی شکل
کی مشین ہے جتنی لکڑی خرچ ہونی چاہئے اُس سے چارگنی خرچ ہوتی
ہے کام اچھا نہین دیتی اور کل دنیا مین سوائے پانی نکالنے کے اور کسی کام مین
نہین آتی مگر اُس نے اوسکو انسانی عقل کی بہت عمدہ مثال بنا کر چھوڑا
جو بہت ہی سستی۔ بہت طاقتور اور بہت حلمی کام کرنے والی ہے۔
جب وہ اُسکو بنا رہا تھا وہ جانتا تھا کہ کب وہ تیز چل سکتی ہے۔ اور کب
آہستہ۔ اور ایسا کیا کہ وہ دونون باتون کا خود علاج کرسکے وہ
اپنا پانی خود نکالے اور پانی کا ذخیرہ درست رکھے۔ وہ جتنی بھاپ درکار ہے
اس سے زیادہ نہ لے وہ جتنی لکڑی آگ مین جلتی ہے اس کا بھی انتظام
کرے وہ اپنے ڈھکنون کو بڑی درستی سے بند کرے اور کھولے۔ اگر ہوا
کسی ایسے مقام مین داخل ہوجاے جہان اسکی ضرورت نہو تو وہ اسکو نکالدے
اور جب اسمین کوئی ایسی خرابی واقع ہوجاے جس کا وہ خود علاج یا
اصلاح نکرسکے تو وہ ایک گھنٹی بجاکر اُس سے خادمون کو مطلع کردے
اور بقول ڈاکٹر ارنٹ صاحب باوجود اس چھ سو گھوڑون کی طاقت کے

سکے ساتھ کام کرنے کے اسکو ایک بچہ چلا سکتا ہے اسکی غذا کوئلہ - لکڑیاں یا
اور جلنی والی چیزین ہین - جب بیکار کھڑی رہتی ہے کچہ بھی نہین کھاتی - وہ نہ تو
تھکتی ہے اور نہ اسکو کبھی سونے کی ضرورت ہوتی ہے جب وہ اچھی طرح
بنی ہوئی یا درست ہوتی ہے بیمار نہین ہوتی - لیکن وہ جب عمر رسیدہ ہو کر یا
کام کرتے کرتے تھک جاتی ہے تو کام کرنے سے انکار کردیتی ہے وہ ہر موسم
مین کام دیسکتی ہے اور ہر قسم کا کام کرسکتی ہے - وہ پانی نکالنے - کان
کھودنے - سلائی روئی کاتنے - جولاہے - چکی والے - چھاپنے والے
خرادی - اور لوہار کا - القصہ یہ کہ اوپچاسون کام فرے سکتی ہے جن مین ایک
کام سوزن کاری کا ہے وہ کھودسکتی اور ڈھاتون کے ڈھیلون کو موم کیطرح
توڑ یا پیس سکتی ہے - اور بلا توڑے ہوے لکڑی کے چھلکے کی مانند باریک سوت
نکال سکتی - اور لڑائی کے جہاز کو کھلونے کیطرح ہوا مین اٹھا سکتی ہے
وہ چھینٹین چھاپ سکتی - یا ململ پر ڈوری لگا سکتی - لنگر بنا سکتی - اور فولاد کے
کاٹ کاٹ کر ٹکڑے کرسکتی اور آندہی اور پانی کے طوفان کے خلاف
بھرے ہوے جہازون کو چلاتی ہے اور ایک دخانی گھوڑے کی حیثیت سے
سینکڑون ٹن وزنی سوداگری کا اسباب یا سپاہیون کی فوج لیکر
تیز سے تیز ہرن سے بھی زیادہ دوڑ سکتی ہے -

مسٹر واٹ ایسا آدمی تھا جس نے دخانی کل کو ان کامون
کے کرنے کے قابل بنا دیا اور انسان کی نسل کیساتھ ایسا بڑا سلوک
کیا جو بڑے بڑے بادشاہ نے بھی کبھی نہ کیا ہوگا افلاس کی وجہ سے
اسکو اپنی ایجادون کو رواج دینے مین دقت پیش آئی - لیکن مسٹر بولٹن مشہور لوہار
اور انجنیر کے ساتھ شراکت کرنے سے اسکے ہاتھ ایک ذریعہ لگ گیا اور

جلد دونون شخص دولت مند ہو گئے۔ اول انہون نے کان والے کے لئے ایک انجن بنایا اور لکڑی کی بچت کی ایک تہائی اُس کا سودا کر دیا۔ اب یہ بچت جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہین کل کا ⅔ تھا۔ اور اُس سے اچھی آمدنی ہوئی۔ جس کا یہ ثبوت ہے کہ کارنوال کی جیس وائر مائنس (دکان کا نام ہے) مین مسٹر واٹ اور مسٹر بولٹن کے تین انجن کام کرتے تھے ان پر سے جتنی بچی ہوئی لکڑی ان موجدون کے حصہ مین آئی اسکی آمدنی فی انجن بحساب ۸۰۰ پونڈ سالانہ تھے اس غرض کیواسطے کہ کوئی جھگڑا اس قسم کا نہ ہو۔ کہ واٹ صاحب کے انجن مین کتنی لکڑی صرف ہوئی اسنے ایک آلہ بنایا جو ہر ایک ہنڈرویٹ کوئلہ کو جو آگ مین ڈالا جاتا تھا۔ لکھ لیتا تھا۔

باوجودیکہ مسٹر واٹ کی تندرستی اعلیٰ درجہ کی نہ تھی وہ بہت دن زندہ رہا اسکو اپنی لیاقت کا اور محنت کا پھل ملگیا۔ دولت بھی ملی عزت بھی ملی۔ وہ چوراسی برس کا ہوکر ماہ اگست ۱۹ء مین مرا۔ اگرچہ وہ خاص کر بڑا بھاری انجنیر تھا۔ مگر اور بہت سے علوم مین بھی طاق تھا۔ اسکے پاس مختلف علوم کا بڑا ذخیرہ تھا۔ اسنے بڑے شوق سے حالات سلف کی بہت سی شاخون۔ فلسفہ۔ عقلی۔ علم ادویہ۔ علم صرف کو سیکھا تھا۔ اور حسن عمارت علم موسیقی۔ اور قانون مین بھی کمال رکھتا تھا۔ وہ زمانہ حال کی بہت سی زبانون سے خوب واقف تھا۔ اور جرمنی فلسفیون اور شاعرون کی خاص او صاف پر گھنٹون عالمانہ تقریر کر سکتا تھا۔

وائی کاونٹ فرڈنینڈ ڈی لیسیپس اور نہر سویز

فرڈنینڈ ڈی لیسیپس ۱۹- نومبر ۱۸۰۵ء کو بمقام ورسیلز (فرانس) پیدا ہوا ہرچند کہ وہ پیشہ کا انجنیر تھا مگر وہ بہت سے یورپین اور مشرقی ممالک میں قونصل کے منصب پر مامور رہا۔ لیکن خاکنائے سویز میں ہو کر ایک نہر نکالنے کی کی تجویز اور اس تجویز کی کامیابی کے ساتھ تکمیل اس کی خاص شہرت کا موجب ہوئی۔ جب ۱۸۵۴ء میں وہ مصر میں اپنے سابق شاگرد خدیو سعید بادشاہ سے ملنے گیا تو اس نے اس سے اپنی تجویز بیان کی اور سعید بادشاہ نے یہ دیکھکر کہ تجویز مفید ہے۔ یم۔ ڈی۔ لیسیپس سے کہا کہ اسکے متعلق مفصل کیفیت تیار کرے۔ چنانچہ اس تجویز پر عمل کیا گیا۔ اور تجویز کو مکمل کرنے کے لئے ایک کمپنی بنائی گئی۔ اندازہ کیا گیا تھا کہ یہ نہر ۱۸۵۹ء میں بالکل مکمل ہوجائیگی۔ اور اس میں ۶ لاکھ پونڈ خرچ پڑیگا۔ لیکن دراصل نہر کا ۱۸۶۴ء میں افتتاح ہوا۔ اور اسپر کل لاگت ۱۶ لاکھ پونڈ آئی۔

نہر کی کھدوائی وغیرہ کے لئے بیشمار آدمیوں کی ضرورت پڑی۔ اور عرب۔ حبشی۔ اہل سلیسیہ اور یونانی نہر کے کاموں پر لگائے گئے تھے اور دخانی جال اور دیگر طاقت کی بڑی کلوں سے کام لیا گیا۔ نہر کے بہت سے حصّے تو آسانی سے ساتھ بن گئے۔ لیکن بعض مقامات پر کھدائی کے کام میں بہت زیادہ محنت کرنی پڑی۔ چنانچہ ایک جگہ مزدوروں کو ایک راستہ ۹۰ فٹ گہرا اور ۲۰۰ فٹ چوڑا بھربھرے پتھر کی چٹان میں سے ہو کر نکالنا پڑا۔

نہر کا طول کوئی ۱۰۰ میل ہے - اور بندر سعید اس نہر میں بحر روم میں سے داخل ہونے کے لئے دروازہ قرار دیا گیا - کیونکہ وہاں قرب ساحل کی نسبت پانی زیادہ گہرا ہے - بندر سعید اسوقت جو ایک نہایت بارونق شہر اور عظیم الشان بندر ہے نہر سویز کے کھلنے کے بعد ایک چھوٹا سا گاؤں آباد ہوا تھا - یہ شہر ان تنگ خاکناؤں میں سے ایک پر واقع ہے جو جھیل منزلیہ کو سمندر سے جدا کرتی ہے - اس کا آباد کرنا بھی ۱۸۵۹ء میں شہر کے ساتھ ساتھ شروع کیا گیا تھا -

پورٹ سعید میں ایک بندرگاہ ذرا باہر کیطرف ہے جو ایسے دیگر بندوں پر بنایا گیا - جو سمندر میں ذرا دور تک گھستے چلے گئے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے سرے پر ایک لائٹ ہوس (روشنی کی مینار) ہے - اندرونی بندرگاہ کے دروازے کے نزدیک ایک اور بلند لائٹ ہوس ہے جو کنکریٹ اور لوہے سے بنایا گیا ہے اس جگہ ایک بڑی اور زبردست تیز روشنی نمودار ہوتی ہے -

پورٹ سعید میں مکانات مصر کی طرز کے ہیں جن کی چھتیں ڈھلوان ہیں ان میں سے بعض لکڑی کے جھونپڑے ہیں جو ان چیزوں سے بنائے گئے تھے جو فرانس سے لائی گئی تھیں - باقی مکانات پختہ اینٹ کے ہیں -

آبادی مختلف اقوام کی ہے - اور شہر کا نام سعید پاشاہ نائب والیسرائے کے نام پر ہے - جنھوں نے نہر سویز کا کھدوانا منظور کیا تھا ۱۰ - نومبر ۱۸۶۹ء کو نہر کا باقاعدہ طور پر افتتاح کیا گیا اسوقت پورٹ سعید میں ایک عظیم جشن منایا گیا - جس میں کئی یورپین

بادشاہون کے عزیز اور یورپ کے مشہور اشخاص شامل ہوئے اور جہازون کے ایک عالیشان بیڑے کا جلوس جس مین ۴۰ جہاز تھے اسماعیلیہ کی طرف روانہ ہوا۔

بشن کے چند ہی دن بعد۔ ایم۔ ڈی لیسپس میڈم ادبریگرڈ کے ساتھ شادی کی۔ ڈی لیسپس کو بہت سے تمغے اور خطاب دئے گئے۔ نہر سویز کے افتتاح کے بعد ڈی لیسپس نے خاک نے پانامہ کو جو شمالی اور جنوبی امریکہ کو ملاتی ہے کاٹ کر ایک نہر نکالنے کا کام شروع کیا۔ مگر یہ کام بہت ہی زیادہ مشکل تھا کیونکہ خاکنے پانامہ بالکل چٹانی اور ٹھوس زمین ہے اسکے علاوہ کچھ اور بھی بد انتظامیان ہوئین جن مین۔ یم۔ ڈی۔ لیسپس کی بہت بدنامی ہوئی بلکہ وہ قید بھی ہو گیا۔ اور وہ عالم پیری مین نہایت دل شکستہ ہوکر مرا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسے جو کامیابی نہر سویز کے کھودنے مین ہوئی ہے وہ بجائے خود اتنی عظیم الشان اور اتنی عجیب ہے کہ دنیا ہمیشہ تک اس کا نام عزت سے لیا کرے گی۔ اور اس نے ہمیشہ کے لئے دنیا کے نامور لوگوں کی فہرست مین اپنا نام بہت بلند جگہہ پر لفظوں مین لکھوا دیا۔

جو لوگ ہندوستان سے یورپ کو جاتے ہین اور یورپ سے ہندوستان کو آتے ہین وہ اس عظیم الشان ردیٔن بت کو نہایت تعجب سے دیکھتے ہین۔ جو پورٹ سعید مین عین سمندر کے کنارے پر ایک بلند ستون پر نہایت شان و شوکت سے کھڑا ہوا ناراض سمندر کی اُن لہرون کو حقارت کی نظر سے دیکھ رہا ہے جو شب و روز اُسکے پاؤن مین

لوٹ لوٹ کر شور مچاتی رہتی ہین

گو اوپر نہر سویز کے کچھ مختصر حالات لکھے گئے ہین لیکن اس سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ سب سے پہلے نہر سویز کے کھودنے کا خیال کس کو آیا۔ اور آج سے کتنی مدت پہلے آیا۔ میان عبدالحمید صاحب طالب علم کیمبرج یونیورسٹی انگلستان نے اپنے سفر انگلستان کے حالات جو آجکل پیسہ اخبار مین چھپوائے ہین ان مین انھون نے نہر سویز کے قدیم زمانہ کی تعمیر کے متعلق کچھ دلچسپ حالات لکھے ہین جو یہان نقل کیے جاتے ہین۔

بحیرۂ قلزم اور بحیرۂ احمر کے درمیان بحری آمد و رفت کا خیال اول اول آج سے تینتلیس سو سال پہلے رمیسیس اعظم کے دماغ مین گذرا تھا۔ چودھوین صدی قبل مسیح مین رمیسیس ثانی کے عہد مین بوباسٹٹ سے جو دریائے نیل پر واقع ہے جبل بیٹر تک اور وہان سے بحر احمر تک نہر کھودی گئی تھی اس جگہہ بندر کا نام ارسمونی رکھا گیا تھا لیکن دسوین صدی قبل مسیح مین جب مصر مین فرعون کا عہد حکومت تھا تو یہہ تمام جگہہ خود بخود ریت سے بھر گئی کیونکہ یہ تمام ملک ریگستان ہے ساتوین صدی قبل مسیح مین مصر کے نیکو نامی بادشاہ نے ایک لاکھ بیس ہزار آدمیون کی مدد سے اس کو از سر نو کھدوانا شروع کیا۔ اور ایکسو سال کے بعد دارا کے عہد مین کام ختم ہو گیا تھا۔ لیکن پھر زمانہ اور ریت نے ملکر اس کو خاک مین ملا دیا۔ پھر ایک بادشاہ ٹولمی دلطلیموس فلیڈلفس نے تیسری صدی قبل مسیح مین اس نہر کو دوبارہ کھودنے کی بے سود کوشش کی۔ پھر جب سنہ ۶۴۰ع مین مصر کے امیر عمرو نے حضرت عمر

کے عہد مین اپنے حکام کے ارادہ کو پورا کرنا چاہا لیکن ۱۷۵۵ء تک ان تمام بادشاہون کا عظیم الشان کام پھر ریت نے برابر کر دیا تھا اور صرف گاڑی کے پہیون کی طرح ہلکے ہلکے نشانات رہگئے تھے جس سے نتیجہ یہہ نکلتا تہا کہ یہان کسی زمانہ قدیم مین ضرور کوئی نہر کہودی گئی ہوگی - پھر ۱۸۰۰ء مین اہل یورپ کو اس نہر کے کہودنے کے دیکھنے سے خیالات پیدا ہوے لیکن ۱۷۹۸ء تک کوئی کام شروع نہین کیا گیا - چنانچہ نپولین اعظم کی باری آئی - جس زمانہ مین نپولین مصر کے قریب اور مصر مین لڑائیان لڑ رہا تھا - ایکروز بروز ۳۰ - ڈسمبر ۱۷۹۸ء دلو سیر و شکار نکلا تو یہہ نشانات جو گذشتہ شاہون کے کارنامے گویا دلاتے کو یاد دلاتے تھے - دیکھکر اس کا بہی نہر کہودنے کا ارادہ ہوگیا اسکے فرانسیسی انجنیر لے پیر نامی نے فوراً ایک لمبی چوڑی ریورٹ بنائی بتمام نقشے وغیرہ تیار کر کے لاگت کا تخمینہ لگایا اور اپنے منچلے شاہنشاہ نپولین اعظم کے پیش کر دیا اسمین عرصہ عرصہ دس سال مین کام ختم کرنے کا اندازہ تھا اور قریب ساٹھہ لاکھہ فرانسیسی روپے کے خرچہ کا تخمینہ تھا جسکو نپولین نے دیکھکر ارادہ ترک کر دیا ترک ارادہ کی وجہ روپے اور مدت دراز تھی - بلکہ ایک بڑی غلطی تہی جو اسکے لیپیر نامی انجنیر نے اپنے پیمایش کرنے مین کی تہی جسمین اسنے بحر قلزم کا پانی بحر احمر سے ۳۰ فیٹ اونچا بتایا تھا اور اسیر اپنی رائے مین ناکامی ظاہر کی تہی - لیکن ۱۸۴۶ء تک دونون بحرون کے پانی کی سطح کا فرق کسی کو بہی صحیح معلوم نہ ہوسکا اسکے بعد جو مشہور نام نہر سویز سے ملحق ہے اور رہے گا وہ فرڈنینڈ ڈی لیپ کا ہے جو ۱۸۳۲ء سے ۱۸۳۸ء تک فرانسیسی کونسلٹ مین رہا - اور ایک دن جبکہ وہ قرنطینہ مین پڑا ہوا تھا - اور لے پیر نامی فرانسیس انجنیر کی ریورٹ جو اسکی

نپولین اعظم کے لئے لکھی تھی۔ وہ ٹر رہا تھا تو اسکے ولین لفسکے پورا کرنے کے متعلق خیال آیا جو اسنے خیالی پلاؤ کیطرح کئی سال تک پکایا گیا۔ مگر آخر اُسنے سنہ ۱۸۵۴ع مین اپنے نوجوان دوست سے جو ایک وقت مین اسکا شاگرد بھی رہ چکا تھا۔ یعنے مصر کے خدیو سعید پاشاہ کہ جسے ابھی ابھی حکومت ملی تھی اپنے خیالات ظاہر کئے تو اُس نیک شخص نے ان کو نہایت ہی دلچسپی سے سنا اور بہت سی تعریف کرنے کے بعد حکم دیدیا کہ ڈی لیسپ کے خیالات کے مطابق فوراً ایک نہر کھودنی شروع کردی جائے۔ اس موقع پر انگلستان نے اسکی سخت ہی مخالفت کی اور ان خیالات کو پہلی کوششون کی ناکامی کی بنیاد پر مالیخولیا سے تشبیہ دی۔ آخر سنہ ۱۸۵۶ع مین ڈی لیسپ نے ایک بڑی کمیشن کے ساتھ بیٹھکر اپنے تمام کاغذات کی نظر ثانی کی اور نہر کے اخراجات کا تخمینہ ایک کروڑ بیس لاکھ روپیہ بنایا۔



جان مارشل

(امریکہ کا ایک مشہور مدبر)

جان مارشل کا خاندان

جان مارشل اُن لوگون مین سے ہے جنھون نے امریکہ کی ترقی کے شروع زمانے مین اس کی خدمت کی جان مارشل کے دادا کا نام بھی جان مارشل ہی تھا وہ ویلز سے آکر ورجینا کی ویسٹ مورلینڈ کونٹی مین آباد ہوا تھا اور کاشتکاری شروع کی تھی چونکہ جان مارشل کی زمین زرخیز نہ تھی اسلئے وہ بہت کامیاب کاشتکار نہ تھا جان مارشل کے مرنے کے بعد اسکے بیٹے طامس مارشل نے کچھ زمین چھوڑی اور کچھ بیچی اور ویسٹ مورلینڈ کونٹی سے فاکیر کونٹی کو چلا گیا اور جرمن ٹاون مین جو بعد کو مڈلینڈ کہلایا آباد ہوا۔ یہان یہ مشکل تھی کہ فرانسیسیون کے اشارے سے یہان کے قدیم باشندے کاشتکارون پر حملہ کرتے رہتے تھے اس لئے یہان کے کاشتکارون نے اپنی حفاظت کے لئے فوج کا ایک دستہ رکھ چھوڑا تھا جس مین طامس مارشل بھی شامل ہو گیا تھا۔

جان مارشل پہلے پہل جس مقام پر آباد ہوا تھا وہی مشہور جنرل جارج واشنگٹن کا بھی وطن تھا اور جان مارشل کا بیٹا طامس مارشل جارج واشنگٹن سے صرف دو برس بڑا تھا۔ مارشل اور واشنگٹن دونون پڑوسی تھے۔ دونون ساتھ کھیلا اور پڑھا کرتے تھے

اور پڑہنے اور کھیلنے دونون کامون مین ایک دوسرے سے سبقت لیجانے
کی کوشش کیا کرتے تھے جب پڑھ لکھکر فارغ ہوئے تو طامس مارشل
اور جارج واشنگٹن دونون نے پیمایش کا کام اختیار کیا جو لوگ زمین خریدنا
چاہتے تھے وہ اُنسے پیمایش کرایا کرتے تہے۔ اس وجہ سے دونون
کو اکثر جنگلون اور ویرانون رہنا پڑا کرتا تھا۔ واشنگٹن کیطرح مارشل
بھی فوج مین بھرتی ہوا اور واشنگٹن کی طرح مارشل بھی فرانسیسیون
اور انڈینز کے ساتھ بڑی بہادری سے لڑا کرتا تھا۔ آخر مارشل لارڈ فیرفیکس
کی جائداد کا جو جارج واشنگٹن کا گہرا دوست تھا۔ منیجر ہوگیا طامس
مارشل چونکہ غیر معمولی قدرتی قابلیت کا آدمی تھا اسنے اپنی ابتدائی تعلیم
کی کمی کو لگاتار محنت سے پورا کرلیا اور بڑا فاضل ہوگیا اور ایک عمدہ لائبریری
جمع کرلی پاس پڑوس کے لوگ اسکی لائبریری کو دیکھکر عش عش کرتے
تھے اور اسکی علمیت کی وجہہ سے اسکی بڑی قدر ہوتی تھی اور وہ اپنے
رشتہ دارون اور دوستون مین بڑا عقلمند سمجھا جاتا تھا اسکی شادی
ایک اسکاچ پادری کی لڑکی میری آئیشم کیتھ سے ہوئی تھی جو بچپن ہی سے
بڑی نیک تھی۔ اور تعلیم پاکر قابل بھی بہت ہوگئی تہی۔ وہ بڑی وفادار
بیوی اور شفیق مان تھی۔

جان مارشل کی پیدایش

طامس مارشل اور میری کیتھ کے ۲۴ ستمبر ۱۷۵۵ء کو ایک
لڑکا پیدا ہوا۔ جسکے بعد ۱۴ بچے اور پیدا ہوے اُس زمانہ مین جبکہ
روپیہ اور مزدور دونون بڑی مشکل سے ملتے تہے۔ بچے اکثر والدین

کو گھر بار اور کھیت کیا رے کے کام مین مدد دیا کرتے تھے - ٹامس مارشل کے بچون کی بھی یہی حالت تھی - ٹامس مارشل نے اپنے بڑے بچے کا نام اپنے باپ کے نام پر جان مارشل ہی رکھا۔

جان مارشل کی تعلیم

جان مارشل بچپن ہی کا ہاتھ پاؤن سے بڑا مضبوط تھا - اگرچہ جان کے ماں باپ بہت غریب تھے ایسے غریب کہ مسز مارشل اور اسکی لڑکیان پوشاکین بجاے بٹون کے کانٹے لگایا کرتی تھین - پھر بھی انھون نے اپنا تن پیٹ کاٹ کر اپنے بچون کو تعلیم خوب دی تھی - جان نے تعریباً تمام تعلیم اپنے والدین سے پائی جو اُس زمانے کے مدرسون کی تعلیم سے کہین بہتر تھی - کیونکہ معمولی اوستاد صرف تھوڑا سا لکھنا پڑھنا اور حساب کتاب سکھا دیتے تھے جان کا باپ ٹامس چونکہ خود بہت بڑا فاضل تھا کہا کرتا تھا کہ آدھوری تعلیم کسی کام کی نہین بلکہ جس چیز کا علم ہو پورا ہو یہی وجہ تھی کہ جان نے ۱۲ سال کی عمر مین بہت ترقی کر لی تھی اور بڑے بڑے مصنفون کی عمدہ عمدہ کتابین اسنے پڑھ لی تھین - جان کا باپ اپنے بچون سے کتابین پڑھوا کر سنا کرتا تھا اور اُن سے مطلب پوچھا کرتا تھا جو بات وہ نہ سمجھتے تھے وہ ان کو سمجھاتا تھا - اس طریقہ سے ٹامس مارشل کی اولاد خصوصاً جان مارشل نے نہ صرف پڑھنے لکھنے ہی مین ترقی کی تھی بلکہ ان کو علم کی محبت پیدا ہو گئی تھی - جو تمام عمر قایم رہی جان مارشل اپنے باپ کی اس پدرانہ شفقت کا ذکر ہمیشہ سچی شکر گزاری سے کرتے تھے

کیا کرتا تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ "میرا باپ اپنے تمام بیٹوں سے کہین زیادہ قابل تھا زندگی مین مجھے جو کامیابی حاصل ہوئی ہے وہ سب میری باپ کی بدولت ہے کیونکہ اسنے میری تربیت کی بنیاد نہایت مضبوط اصول پر رکھی تھی۔

جب جان دس سال کا ہوا تو اسکے والدین فاکیر کاونٹی کے ذرا زیادہ زرخیز اور بلند حصہ کو جسکا نام گوزنیک تھا اپنے کل گھر بار سمیت چلے گئے یہ تو مین پہلے بتا چکا ہون کہ جان کے باپ نے اسنے ایسی تعلیم دی تھی کہ جان کے مدرسہ مین داخل ہونے کی ضرورت باقی نہین رہی تھی لیکن یہ بھی کہدینا ضروری سمجھتا ہون کہ اس کے باپ نے یہ بھی قصد کر لیا تھا کہ اسے صرف انگریزی ہی کی تعلیم نہین دینی چاہیئے اس لئے چودہ سال کی عمر مین جان کو کمبرلینڈ کاونٹی کے ایک اسکول مین داخل کر دیا گیا۔ جہان خود طامس مارشل اور جارج واشنگٹن نے تعلیم پائی تھی۔ اس اسکول مین جان نے دو سال تک لاطینی اور ریاضی ایک اسکاٹش پادری مسٹر کیمبل سے سیکھی۔ جو بڑا قابل آدمی تھا۔ جان مارشل کے استادون مین ایک شخص جیمس سونرو نامی تھا۔ جو بعد مین امریکہ کا پانچوان پریسیڈنٹ ہوا۔ جب جان مدرسہ مین تھا تو اس کے والدین گوزنیک سے بھی چلے گئے۔ اور اوک ہل نامی ایک مقام پر آباد ہوے یہ ایک اجاڑ جگہہ تھی اور آبادی بہت کم تھی۔

کھیل کود کا شوق

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اوک ہل (بلوط والی پہاڑی) مین گھنا جنگل دور تک چلا گیا تھا۔ جہان ہر قسم کا شکار ملتا تھا اور وحشی جانور کثرت سے

ستھے چونکہ جان مارشل کھیل کود اور سیر شکار کا بھی اتنا ہی شوقین تھا جتنا لکھنے پڑھنے کا اور بندوق بھی اچھی لگاتا تھا۔ وہ پرندوں اور مچھلیوں کا شکار اس جنگل میں جی بھر کے کھیلا کرتا تھا اور اسی ورزش کے شوق کا نتیجہ تھا کہ اس کا جسم شروع سے آخر تک مضبوط رہا۔ جس کھیل میں پھرتی اور طاقت کی ضرورت ہوتی تھی اس میں جان اپنے تمام ساتھیوں سے بڑھا ہوا تھا دوڑنے اور کودنے میں چند ہی لوگ اسکی برابری کر سکتے تھے لکھا ہے کہ جان کا مشہور کھیل یہ تھا کہ وہ لمبے سے لمبے آدمیوں کے سروں پر لمبی لکڑی رکھ دیتا تھا اور تھوڑی دور سے دوڑ کر ایک ہی جست میں لکڑی کو صاف پھلانگ جاتا تھا۔ بار جب وہ فوج میں تھا تو چھ چھ فٹ سے زیادہ لمبے آدمیوں کے سر پر آدھ انچہ موٹی لکڑی رکھ کر کودتا تھا۔ اس وقت جمناسٹک وغیرہ کھیل نہیں تھے۔ بلکہ یہی کود پھاند کے سادہ کھیل تھے۔ بچے کھیلتے وقت کوٹ اتار ڈالتے ہیں۔ اور پٹیوں کو سخت کر کے باندھ لیتے تھے اور تسمہ دار جوتیاں جسے موکاسن کہتے ہیں۔ اگرچہ بہت ہلکی ہوتی ہیں پھر بھی بعض اوقات یہ بھی اتار ڈالی جاتی تھیں اور بچے ننگے پاؤں کھیلتے تھے مگر جان مارشل ہمیشہ موزے پہنکر کھیلتا تھا۔ یہ جرابیں خود اسکے ماں کی بنی ہوئی تھیں۔ جن کی ایڑیاں اور پنجے وہ ہمیشہ سفید سوت کی رکھتی تھی۔ اور چونکہ جرابوں کے باقی نیلے حصہ پر ایڑی اور پنجے کی سفیدی اور بھی زیادہ کھل جاتی تھی۔ اس لئے میاں مارشل کے ساتھی "سلور سا" (چاندی کی ایڑیوں والا) کہا کرتے تھے۔ جان گولے پھینکنے کی ورزش کا بھی بہت شائق تھا اور اپنے تمام ساتھیوں سے زیادہ دور تک گولا پھینک سکتا تھا۔ کھیل کود اسنے کبھی نہیں چھوڑا۔

باپ کا شکریہ

اپنی ابتدائی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے جان اپنے باپ کا شکریہ ان الفاظ مین ادا کرتا ہے کہ "میرا باپ میرے تعلیم کے انگریزی حصہ کی نگرانی کرتا تھا اور جو کچھ مین نے جوانی مین حاصل کیا اسکے لئے مین اپنے باپ ہی کی نگرانی کا ممنون ہون صرف وہی میرا ایک سمجھدار ساتھی تھا اور ایک محافظ باپ کے ساتھ ایک مہربان اور ناصح دوست بھی تھا۔ میرے ساتھ کے اور نوجوان بالکل غیر تربیت یافتہ تھے مین انکے ساتھ صرف کھیل کود کا وقت گزارتا تھا۔" جان مارشل کے علاوہ اور بہت بڑے بڑے آدمی ہوے وہ سب اپنی بڑائی کے لئے اپنے ماں باپ یا ان مین سے کسی ایک کا شکریہ ادا کرتے آئے ہین لیکن آج کل کے بچے اپنی ماں باپ کے ساتھ ویسی محبت سے پیش نہین آتے جیسا کہ چاہئیے۔ بہت سے بچے اپنی ماں باپ کو بے وقوف خیال کرتے ہین اور ان کی نصیحت کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہین بچو اگر تم اپنی زندگیاں بڑے آدمیون کے نمونہ پر ڈھالنا چاہتے ہو تو یاد رکھو کہ تمام بڑے بڑے لوگون نے اپنی کامیابیون کے لئے اپنی ماں باپ کی مدد کا شکریہ کے ساتھ اقرار کیا ہے۔

جان بحیثیت ایک سپاہی کے

جان مارشل کی عمر ۱۸ سال کی ہوگئی۔ مگر وہ اس وقت تک کسی کام مین نہ پڑا۔ سوا اسے لکھنے پڑھنے اور کھیلنے کودنے کے کوئی کام نہ تھا۔ یہ وقت نوآبادی امریکہ کے لئے نہایت سخت تھا۔

تین چیزیں

محبت کے لایق تین چیزیں	شجاعت شرافت - خلوص
تعریف کے لایق تین چیزیں -	وقار - ذہانت - موزونیت -
حقارت کے لایق تین چیزیں	بےرحمی - ناشکری - اکڑفوں -
نفرت کے لایق تین چیزیں -	کینگی - بغض - حسد -
ادب کے لایق تین چیزیں -	نفس کشی - عدل - مذہب -
خوش کرنے والی تین چیزیں -	حسن - صاف دلی - آزادی -
آرزو کے لایق تین چیزیں -	صحت - بشاشت - سچا دوست -
دعا کے لایق تین چیزیں -	ایمان - امن - قلب کی صفائی -
عظمت کے لایق تین چیزیں -	دانائی - عاقبت اندیشی - استقلال -
پسند کرنے کے لایق تین چیزیں -	تپاک - زندہ دلی - بذلہ سنجی -
شک کرنے کے لایق تین چیزیں -	خوشامد ظاہرداری مصنوعی
بچنے کے لایق تین چیزیں -	سستی - بکواس - پھکڑبازی
جمع کرنے کے لایق تین چیزیں -	اچھی کتابیں - اچھے رفیق - اچھے اعمال
جان لگا دینے کے لایق تین چیزیں -	آبرو - ملک - دولت -
قابو رکھنے کے لایق تین چیزیں -	زبان - خواہشات - دل -
تین چیزیں جن کے لئے تیار رہنا چاہیے -	رنج - ضعف - موت -

قابل عمل اصول



(۱) مستعد رہو
(۲) ہر شخص سے عمدہ اور یکساں برتاؤ کرو۔
(۳) ناکام رہنا اگرچہ بُرا ہے مگر کامیابی حاصل کرنے کے لئے کوشش نہ کرنا اس سے بھی بڑا ہے
(۴) جس قسم کے واقعات تمھیں پیش آئیں ان کا مقابلہ بہادری سے کرو اور اپنی بہتری کی جان توڑ کوشش کرو۔
(۵) اگر زیادہ ملنے کی امید ہو تو کم پر کبھی قناعت نہ کرو۔ اور اگر سب سے اچھی چیز ملنی ممکن نہیں تو اُس سے ادنے درجے کی چیز کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دو۔
(۶) مشہور ہونے سے ایماندار ہونا اچھا ہے۔
(۷) جو حیثیت تم ایمانداری اور سلیقے کے ساتھ حاصل کر سکتے ہو اسکو سمجھ رکھو یہہ تمھارا حصہ ہے۔
(۸) افلاس انسان کی دلیری اور آزادی کو ملیا میٹ کر دیتا ہے۔
(۹) دنیا کے ساتھ ایمانداری کا برتاؤ کرو اور دنیا تمھارے ساتھ ایمانداری کا سلوک کرے گی۔
(۱۰) ہمیشہ خوش رہنے کی عادت ڈالو۔
(۱۱) دنیا اعتبار کی بھوکی ہے اگر تم اپنا اعتبار قایم کر سکے تو جان لو کہ

کامیابی یقینی ہے۔

(۱۲) اپنی ناکامی پر مایوس نہ ہو۔ بلکہ چاہیئے کہ ہر ناکامی تمھیں آئندہ کے لئے سبق دے اور جو کمی پہلی کوشش مین رہگئی تھی اسکے پورا کرنے کیطرف تمھین مائل کرے۔

(۱۳) جو شخص ایکبار گر کر پھر اٹھنے کی کوشش نہین کرتا وہ اس لایق نہین کہ اسے آدمی کہا جائے اسکے وجود سے دنیا کو کوئی نفع نہین۔

(۱۴) مسٹر گلیڈسٹون وزیر اعظم انگلستان کا مقولہ ہے کہ ایک وقت مین ایک کام اچھی طرح کرو۔

(۱۵) دوسرون کے ساتھ بھلائی کرو اس سے نہ صرف تمکو خوشی ہوگی۔ بلکہ کامیابی بھی۔

(۱۶) جو چیز تمھاری نہ ہو اسکو کبھی استعمال نکرو۔ جس چیز کی قیمت ادا نکرسکو اسکو ہرگز نہ خریدو۔ جو چیز تمھارے پاس نہین اس کو ہرگز فروخت نہ کرو۔

(۱۷) کوشش کے سامنے کوئی کام مشکل نہین۔

(۱۸) غرور کی قیمت ہمین بھوک اور سردی سے بھی زیادہ دینی پڑتی ہے۔

(۱۹) جس چیز کی ضرورت نہ ہو اس لئے نہ خریدو کہ وہ سستی ہے اگر چہ وہ سستی ہے لیکن تمھین گران پڑے گی۔

(۲۰) خرچ آمدنی سے کم رکھو۔

(۲۱) سخت کوشش کرو اور اپنا دن کا کام پورا کرو۔

(۲۲) کسی پر جلد اعتبار نہ کرو۔

(۲۳) اپنے راز کو پوشیدہ رکھو۔

(۲۴) ہر کام مین متوسط درجے کی روش اختیار کرو۔

(۲۵) وعدہ خلافون سے امید وفا فضول ہے۔

(۲۶) کار امروز بفردا مگذار۔

(۲۷) بزرگون سے کسی بات پر زیادہ بحث نہ کرو۔

(۲۸) جہان تک ممکن ہو کسی کو مایوس نہ کرو

(۲۹) جس کام کے کرنے مین شرم ہو تو اسکے بیان کرنے سے بھی شرماؤ۔

(۳۰) اگر کسی کے پیٹھ پیچھے کوئی بات کہو تو وہ ایسی ہونی چاہیے کہ اسکے سامنے بھی کہہ سکو۔

(۳۱) گذری ہوی لڑائی کو یاد نہ کرو۔

(۳۲) اپنا راز جہان تک ممکن ہو دوستون سے بھی مخفی رکھو۔

(۳۳) کسی کو دوسرون کے سامنے شرمندہ نہ کرو۔

(۳۴) کہی ہوئی بات کے واپس آنے کی امید نہ رکھو۔

(۳۵) کسی کا مضحکہ نہ کرو۔

(۳۶) عورتون کیطرح اپنے جسم کی آرائش نہ کرو۔

(۳۷) باتین کرتے وقت جسم کو غیر موزون طور پر حرکت نہ دو۔

(۳۸) ہر شخص کی عزت کا لحاظ رکھو۔

(۳۹) مُردون کی بُرائی نہ کرو۔ کیونکہ اس سے کوئی فائدہ نہین۔

(۴۰) کسی کام کو بے سوچے سمجھے نہ کر ڈالو۔

(۴۱) دنیا کے لئے آپ کو مصیبت مین نہ پھنساؤ۔

(۴۲) غصے کی حالت مین سمجھکر بات کرو۔

(۴۳) بات چیت کرنا دشمن سے بھی نچھوڑو۔

(۴۴) مہمان کے سامنے کسی پر غصہ نکرو۔

(۴۵) اپنی دولت مندی موقعہ بے موقعہ ظاہر نکرو۔

(۴۶) جہاں تک ہوسکے کسی کا دل نہ دکھاؤ۔

(۴۷) آزمائے ہوئے کا آزمانا بے فائدہ ہے۔

(۴۸) بڑون کی عزت کرنا چھوٹون پر رحم کرنا اعلےٰ درجے کی انسانیت ہے۔

(۴۹) نیک نیتی کا پھل کبھی ضایع نہین ہوتا۔

(۵۰) ہماری تمام مصیبتین ہماری بلائی آتی ہین۔

(۵۱) حسد کا تیر جاتا تو دوسری طرف ہے لیکن زخمی پھینکنے والے ہی کو کرتا ہے۔

(۵۲) اگر تم اپنے ضمیر کی بات نہ سنوگے تو وہ خاموش ہوجائے گا۔

(۵۳) اپنی غلطی کی اصلاح کرلینی اپنے اوپر قوت و قابو رکھنے کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔

(۵۴) خدا محنتی کو اپنے باغ سے پھل دیتا ہے مگر سست و کاہل الوجود شخص کو فصل کٹنے کے وقت بھیک بھی نہین دیتا۔

(۵۵) وعظ کے ذریعے نصیحت کرنا طول عمل ہے۔ مگر مثال دیکر سند کرنا نہایت موثر اور مختصر طریقہ ہے۔

(۵۶) آوارہ گرد شخص بے سوئیون کی گھڑی ہے۔

(۵۷) عالم و بے علم مین زندہ و مردے کا فرق ہے۔

(۵۸) اپنے کاروبار کی تمام جزئیات کی نگرانی غور سے کرتے رہو۔

(۵۹) تمام امور میں سلیقے سے کام لو۔

(۶۰) اول ایک بات پر غور کرو۔ اس کے بعد ہمیشہ کے لئے اس کا فیصلہ کر لو۔

(۶۱) حق بات کہنے کی ہمت کرو۔

(۶۲) بیجا کارروائی کرنے سے خوف کرو۔

(۶۳) امتحان کی دقتوں کا مقابلہ صبر سے کرو۔

(۶۴) زندگی کی لڑائیاں بہادری و مردانگی سے لڑو۔

(۶۵) بُرے لوگوں کی صحبت میں نہ جاؤ۔

(۶۶) ہمیشہ دیانتدار رہو۔

(۶۷) دوسروں کی شہرت یا کاروبار کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کرو۔

(۶۸) صرف اچھے لوگوں سے میل جول رکھو۔

(۶۹) جھوٹ کبھی نہ بولو۔

(۷۰) دولت کو بُری طرح نہ لٹاؤ۔

(۷۱) شادی و غمی و رسمیات اور دوسرے معاملات میں اعتدال برتو۔

(۷۲) اپنے کو نئی روشنی کی فضول خرچی سے بچاؤ۔

(۷۳) خوف خدا کو معاشرت میں اپنا رہنما بناؤ۔

(۷۴) خاتم الرسل کی اور انکے عترت کی پوری عزت و عظمت کرو۔

(۷۵) کسی مذہب کے بزرگوں پر دل آزار حملے نہ کرو۔ اور نہ لوگوں میں

استقلال پیدا کرو۔
(۷۶) جائز ذریعے سے معاش حاصل کرنے کو عین دین سمجھو۔
(۷۷) حکومت وقت کے ساتھ مودبانہ اور وفادارانہ طریق رکھو۔
(۷۸) قانون مروجہ کی سختی سے پابندی کرو۔
(۷۹) بُرے قصے۔ ناول۔ لٹریچر اور اخبارون کو اپنے مطالعے سے خارج کردو۔
(۸۰) ہر شخص محنت اور کام کرے۔
(۸۱) خیرات۔ محتاجون۔ اور معذورون مستحقون کو دی جایا کرے۔
(۸۲) تجارت و زراعت کے پیشون کو عزت کی نظر سے دیکھو۔ اور جہان ملازمت ملنے مین دقت ہو۔ وہان اُسی پر ٹوٹ کر نہ گرو۔
(۸۳) دولت امانت آلٰہی ہے اسکے خرچ کرنے پر اور حاصل کرنے پر دونون صورتون مین مرضئ خدا کا خیال رکھو۔
(۸۴) یورپ کی تہذیب سے بالکل سراسیمہ و پریشان نہو جاؤ بلکہ ناموس الٰہیٰ و تقوے کے ماتحت اسکی پیروی کرو۔
(۸۵) فضول جھگڑون کو چھوڑ کر تمام تر توجہہ کام کی باتون پر دو۔
(۸۶) تمسے جس قدر نیکی ہو سکتی ہے کرو۔ تم جتنے طریقون سے نیکی کر سکتے ہو کرو۔ تم جس قدر ذریعون سے نیکی کر سکتے ہو کرو۔ تم جتنی جگہو مین نیکی کر سکتے ہو کرو۔ تم جتنی دفعہ نیکی کر سکتے ہو کرو۔ تم جس قدر لوگون سے نیکی کر سکتے ہو کرو۔ تم جتنے قسم کی نیکیا

کر سکتے ہو کرو۔ تم جہاں تک ہو سکے نیکی کرو۔

(۸۷) جس کا دل صاف ہے اس کو کسی قسم کا خطرہ نہیں۔

(۸۸) علم و ہنر جاننے والے کے لئے ہر مقام وطن ہے

(۸۹) علم تلاش کرو خواہ وہ چین میں ہو۔

(۹۰) خوش خلق کا کوئی دشمن نہیں۔

(۹۱) عقلمند زمانہ کی مخالفت سے پریشان نہیں ہوتا۔

(۹۲) وعدہ کرنے میں دیر کرو ـــ مگر ایفا کرنے میں جلدی۔

(۹۳) وقت وہ دولت ہے جو ضایع ہونے کے بعد پھر کبھی نہیں حاصل ہو سکتی۔ اور ہر قسم کی دولت کو کھو کر دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں اس لئے وقت کے خرچ کرنے میں تمہیں سب سے زیادہ احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔ تاکہ بعد میں افسوس کرنا نہ پڑے۔

(۹۴) محنت کرو۔ کیونکہ محنت اور کوشش ہی سکو سب کچھہ بنا سکتی ہے کاہل آدمی کے لئے دنیا میں کوئی موقعہ نہیں ہے۔

(۹۵) شہرت سے ایمانداری زیادہ قابل قدر ہے۔

(۹۶) قرض محبت کو کترنے والے مقراض ہے۔

(۹۷) اپنے اوپر بھروسہ کرو۔ جس بات کے صحیح ہونے کا تمکو کامل یقین ہو جائے اسکے کرنے میں جان تک لڑا دو۔

(۹۸) سچی باتوں کو تسلیم کرو۔ کیونکہ دنیا کے کاروبار کا اسی پر دارو مدار ہے۔

(۹۹) دولت بری چیز نہیں ہے۔ بشرطیکہ اس کا استعمال اچھا کیا جائے۔

(۱۰۰) کسی کام کی برائی تمھین خواہ کسی وقت معلوم ہو۔ اسے فوراً چھوڑدو۔ اور اچھا کام اختیار کرو۔ اور اپنی پہلی غلطی سے سبق سیکھو۔

(۱۰۱) اپنے آپ کو ایسا دکھانے کی کبھی کوشش نہ کرو جو تم نہین ہو

(۱۰۲) عمدہ اخلاق پر نظر رکھو۔

(۱۰۳) کسی دوست کی راستبازی مین شک نہ کرو۔

(۱۰۴) روپیے کے مقابل اصول کو کبھی قربان نہ کرو۔

(۱۰۵) فرصت کے اوقات ترقی کی تدابیر مین صرف کرو۔

(۱۰۶) ہر شخص کیساتھ سلام مین پیش قدمی کرو۔

(۱۰۷) پست ہمتی کو پاس نہ آنے دو۔

(۱۰۸) حق کی سختی سے پیروی کرو پھر کامیابی یقینی ہے۔

(۱۰۹) سات مرتبہ گرو اور آٹھ مرتبہ اٹھو۔ } جاپانی

(۱۱۰) گر کر اٹھو پڑے نہ رہو }

(۱۱۱) خدا کی مرضی پر چلنے کے لئے تیندوے کی مانند۔ مضبوط عقاب کی مانند۔ سبک پرواز ہرن کی مانند۔ بادپا اور شیر کے مانند بہادر رہو۔

(۱۱۲) سر اور ڈاڑھی کو کیون صاف کراتے ہو جبکہ تمھارا سینہ جارار حماقتون اور گناہون سے پُر ہے۔ اول باطن مین نشتر اور ظاہر کی کچھ پروا نکرو کہ وہ کس قدر بُرا ہے۔ غیظ و غضب اور غرور بھرے ہوے دل کی صفائی کرو اس وقت تم پاک ہو سکتے ہو۔

(۱۱۳) نہ تو نفرت جیسی کوئی آگ ہے۔ اور نہ نفرت جیسی کوئی چنگاری۔ نہ بیوقوفی جیسا کوئی جال ہے۔ اور نہ حرص جیسا کوئی ظالم۔

(۱۱۴) جو نیک و بد میں تمیز نہیں کرتا وہ حیوان ہے۔

(۱۱۵) ایمان قلعہ کیطرح مضبوط ہے۔

(۱۱۶) مستقل مزاج و حلیم رہو۔

(۱۱۷) ایسا وعدہ نکرو جسے نباہ نہ سکو۔

(۱۱۸) اگر کوئی عمر میں چھوٹا بچہ تمھیں اچھی بات بتائے تو اُسے غور سے سنو۔ اور عمل کرو۔

(۱۱۹) غصہ کبھی نہ کرو۔

(۱۲۰) اگر تم حق پر ہو اور دوسرا غصے کے مارے تمھاری بات نہیں مانتا تو اسکے غصے ٹھنڈا ہونے کا انتظار کرو۔

(۱۲۱) چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی بالکل سچ بولو۔

(۱۲۲) نرم جواب غصے کو مار دیتا ہے بشرطیکہ غصے کی بنا لالچ پر نہو۔

(۱۲۳) اپنے کاروبار کے متعلق ہر قسم کی واقفیت بہم پہنچاؤ۔

(۱۲۴) ایک قسم کا کاروبار کرو۔ جا بجا نظر جی ڈانواں ڈول نہ کرو۔

(۱۲۵) ہر ایک کام کو فوراً کرو۔ مگر جلدی میں کام بگڑ جاتے ہیں

(۱۲۶) جو کام تم کرتے ہو اسکے نسبت اسباب کو بڑے غور سے دیکھو کہ کام کس ڈھنگ پر ہو رہا ہے۔

(۱۲۷) ایک "آج" کی قیمت دس "کل" سے بھی زیادہ سمجھو۔

(۱۲۸) بہت مشورے نہ لو۔

(۱۲۹) وقت کی پابندی کرو۔
(۱۳۰) کسی سے ملاقات کا وقت مقرر کرو تو اسے یاد رکھو۔
(۱۳۱) کبھی بیکار نہ رہو اپنے دل تک کو کام میں مصروف رکھو۔
(۱۳۲) ہر شخص کے ساتھ فیاضانہ سلوک کرو۔ دنیا کے اس کانٹے دار راستے میں دوسرون کا بوجھ بانٹو۔
(۱۳۳) جلد دولتمند بننے کی کوشش نکرو۔ بلکہ یاد رکھو آہستہ آہستہ نفع حاصل کرنے سے دل کو اطمینان رہتا ہے۔
(۱۳۴) دو کام سامنے ہون تو وہی کام کرو جسمین نفع یقینی ہو۔
(۱۳۵) جب کسی کو بلندی پر دیکھو تو خیال کرو کہ یہ بھی کبھی نیچے تھا۔
(۱۳۶) چھوٹی زبان دولت کا زیان کرتی ہے۔
(۱۳۷) صبر کا پھل میٹھا ہے بے صبرون کے ہاتھ کچھ نہین آیا۔
(۱۳۸) برائی نیکی کے آگے گردن خم کرتی ہے۔ اور بد معاش نیک کے دروازے پر۔
(۱۳۹) جو اپنے پڑوسی کو نظر حقارت سے دیکھتا ہے وہ گنہگار ہے لیکن جو غریب پر رحم کرتا ہے وہ خوش نصیب ہے۔
(۱۴۰) کیا وہ غلطی پر نہین ہین جو برائیان گھڑتے ہین البتہ رحیم و سچے وہی ہین جو نیکیان دل سے گھڑتے ہین۔
(۱۴۱) ہر قسم کی محنت و حرکت بہت مفید ہے لیکن ہونٹون کی حرکت صرف مفلسی پیدا کرتی ہے۔
(۱۴۲) سچی گواہی جان بچاتی ہے لیکن جو جھوٹ بولتا ہے وہ دھوکہ دیتا ہے۔

(۱۴۳) خوف خدا بہت بڑا بھروسہ ہے۔
(۱۴۴) جو شخص خدا پر بھروسہ رکھتا ہے اسکو کوئی دنیاوی خوف نہیں ہوتا۔
(۱۴۵) آدمیوں کی جماعت بادشاہی شان رکھتی ہے لیکن ان کی مفلسی خود بادشاہ کی تباہی ہے۔
(۱۴۶) جو شخص غصے کیوقت سستی ظاہر کرتا ہے وہ بہت سمجھدار ہے لیکن جو جلد بازی کرتا ہے وہ بیوقوف ہے۔
(۱۴۷) زندہ دلی جسم کی جان ہے لیکن حسد ہڈیوں کی سڑن ہے۔
(۱۴۸) جو غریب پر ظلم کرتا ہے وہ خدا کی نافرمانی کرتا ہے لیکن جو کمزور پر رحم کرتا ہے وہ خدا کا فرماں بردار بندہ ہے۔
(۱۴۹) بد آدمی کو بدی کرنے مین کوئی امید نہین لیکن راستباز موت مین بھی امید رکھتا ہے (بخشش کی)
(۱۵۰) راستبازی قوم کا دل بڑھاتی ہے اور گناہ آدمیوں کی بزدلی کے باعث ہین۔
(۱۵۱) خدا کی آنکھین ہر جگہہ بد و نیک کو دیکھتی رہتی ہین۔
(۱۵۲) اسقدر بوجھ نہ اٹھاؤ جس کو لیکر تم نہ چل سکو۔
(۱۵۳) اگر چاہتے ہو کہ سب تم کو اچھا کہین تو تم کسیکو برا نہ کہو۔
(۱۵۴) فضولخرچ نہ بنو کیونکہ فضولخرچی بد بلا ہے۔
(۱۵۵) کفایت شعاری دولتمند بناتی ہے۔
(۱۵۶) اسی کی دوستی پر بھروسہ کرو جو مصیبت کیوقت کام آوے۔
(۱۵۷) تحمل اور عفو کا شیوہ اختیار کرو۔

(۱۵۸) تمسخر اور مذاق سے پرہیز کرو۔ کیونکہ یہہ اکثر لڑائی کا باعث ہوتے ہیں۔ اور رعب جاتا رہتا ہے۔

(۱۵۹) حرص بہت بُری بلا ہے اس سے انسان ذلیل اور خوار ہو جاتا ہے۔

(۱۶۰) محسن کشی بڑی بُری بلا ہے۔

(۱۶۱) کام کی نگرانی خود کرو۔ دوسروں پر نہ ڈالو۔ ورنہ نقصان اٹھاؤگے

(۱۶۲) ہر کام سہولت سے کرو جلدی سے کام بگڑ جاتا ہے۔

(۱۶۳) اگر تم سے کسی سے دوستی ہو جائے تو ہمیشہ نبھانے کی کوشش کرو۔ کیونکہ ذرا ذرا سی باتوں پر لڑنا اور پھر ملنا اور ناحق اور ناروا خصومت کو طول دینا شریفوں کا شیوہ نہیں۔

(۱۶۴) کسی کا راز جہاں تک ہو سکے چھپانے کی کوشش کرو۔

(۱۶۵) چھوٹوں کو اپنے سے کمتر نہ جانو۔

(۱۶۶) موجودہ حالت پر قانع و خوش اور آئندہ خدا کے فضل کے امیدوار رہو

(۱۶۷) حاسد کبھی دنیا میں ترقی نہیں کر سکتا۔

(۱۶۸) تقدیر ہی پر بھروسہ نکرو بلکہ تمھاری محنت و کوشش کو بھی کامیابی میں دخل ہے۔

(۱۶۹) تمکو اپنے ذاتی جوہر پر فخر کرنا چاہیئے نہ کہ وصف اضافی

(۱۷۰) احسان کر کے بھول جاؤ۔

(۱۷۱) زمانہ کی مخالفت کو خدا کی مخالفت جانو۔

(۱۷۲) کسی فرقے سے خواہ وہ کسی مذہب و ملت کا ہو تعصب نہ رکھو۔

(۱۷۳) املی کا درخت بو کر آم کی امید نہ رکھو۔

(۱۷۴) ہر کام خدا کا نام لیکر کرو۔

(۱۷۵) دوستی پیدا کرنا اچھی بات ہے۔ لیکن بے تکلفی بہت کم سے کرنی چاہیئے۔

(۱۷۶) جو بات تم کو معلوم ہو دوسروں سے بتانے میں بخل نہ کرو۔

(۱۷۷) کسی کی مدح کرنا اس کو ذبح کرنا ہے۔



حصۂ نظم

ماخوذ از اصلاح سخن

میٹھی زبان

میٹھی زبان سب سے ہردم ہر آن رکھنا ... دشمن سے بھی نہ کڑوے ہونا یہ دھیان رکھنا
خوش رہنا آپ اورونکو بھی شادمان رکھنا ... شیرین کلام رہنا میٹھی زبان رکھنا
بھولے سے بھی نہ خاطر کو رنج و قہر دینا ... گڑ سے مرے جو اسکو ہرگز نہ زہر دینا
میٹھی زبان بیشک ہے مایۂ محبت ... نرمی میں ہے سخن کی جادو سے بڑھکے طاقت
میٹھی زبان میں ہے تسخیر کی لیاقت ... پایا ہے اس سخن نے اک پایۂ صداقت
روز الست سے ہے یہ قاعدہ جہان کا ... گر ہو زبان تیری کوتک بھی ہے بات کا
میٹھی زبان سے بچوں کے ساتھ پیش آنا ... میٹھی زبان اپنے بچوں کو بھی سکھانا
بچہ تو کیا ہے کتا بھی گر کوئی ہو بلانا ... تو تو کے لہجے میں تم میٹھی زبان سنانا
بوڑھا ہو سو برس کا یا طفل سال بھر کا ... شیشے سے بھی زیادہ نازک ہے دل بشر کا
میٹھی زبان جوانوں سے ای حضور کرنا ... دنیا میں جنکو تجربہ عمر ہے عبور کرنا
ہرگز نہ دلدہی میں انکے قصور کرنا ... خوش انکے سن کو بھی کرنا ضرور کرنا
گو بادۂ جوانی سے مست ہیں نگاہیں ... انکے قدم قدم پر ہیں خار دار راہیں
میٹھی زبان بوڑھوں سے صبح و شام رکھنا ... دو دن کے مہمانوں کو شادکام رکھنا
خم ہیں یہ بار غم سے تم انکو تھام رکھنا ... بچپن کے انکو ہرگز نہ نام رکھنا

بوڑھے ہیں سانس لینے کو رہ گئے ہیں — ہستی کے بوجھ سے یہ آپ ہی جھکے ہیں
میٹھی زبان غریبوں کو چاہیے ہمیشہ — جو ہیں غرض کے بندے اور احتیاج پیشہ
ہو نہ بدزبانی چاہے کسی دلیہ نیشہ — کٹ جائیگا بیچاروں کا الفت رشتہ
شیریں زبانیوں سے بندے دل میں انکو ڈالو — بندے انھیں بنا تو بندے انھیں بنالو
میٹھی زبان خالی کیا جاتی ہے ہم کو — تنہا یہ وہ مان جائیں اخلاص کو کرم کو
شاید ہمارے ہاتھوں پہنچے ہوں ان کو الم کو — اپنا بنا لیں پھر ہم اپنے فسردہ دم کو
ہے رنج و غم ہمیشہ اپنی خطا سے ان کو — لا دو نہال کردیں اپنی عطا سے انکو
میٹھی زبان رکھنا سیکھو بھیریوں سے — کل سختیاں جھنوں نے انگیز کی سروں سے
پاتے ہیں ہزاروں ایذا ستمگروں سے — اور موم بن کے سر دم پیش آئے پتھروں سے
اپنے سخن پہ اپنی ساری خدائی رکھدی — اپنی زبان کی انکے آگے مٹھائی رکھدی
میٹھی زبان والے پہ ہے خدا کی رحمت — حق نے بشر کو بخشی ہے لاجواب نعمت
اس سے حصول برکت اس سے نزول رحمت — یہ تری زبان ہے بہر ملائمت

نرمی شعار ہے یہ جھگڑے کی یہ زبان ہے
سختی کہاں ہے اس میں اور استخوان کہاں ہے

انسانی لباس

(۱) اے ہندوستان کیا ہو گئی الٰہی تیری — اپنے باشندوں کے سر ایسی ہلکی کردی
ہے کے ہر اک پیچ میں غفلت ہی غفلت ہے بھری — طرہ کسر طرار میں ہے ابلہی و خودسری
سب فضیلت تا کا ہے شملہ سے حماقت کا ناز — اس میں پوشیدہ جہالت ہے سراسر کجیاں
چت وہ بیٹھا ہی جو دنیا کے عیبوں کا گھر — جسکے بخیوں میں ہے پوشیدہ خرابی کا اثر

کلیا نئے انداز کا کالر بنایا کاٹ کر
خود پسندی خود سری شیخی نمایاں ہے ہر بر

ہر دو جانب جھوٹ کا کیسہ لگایا دیکھیے
زر کے بدلے بغض ہی کی جیب اور کیسہ میں دیکھیے

عیش و عشرت کا یہ پیجامہ ہے سلوایا ہوا
ہے کمر بند آپ کا یا جال ہے اک مکر کا

پائنچوں میں جسکے ہے تزویر کا نقشہ چھپا
بوٹ سے روندی ہوئی ہے پارسائی بربلا

یہ لباس اچھا نہیں ہے چھوڑیے بس اک قلم
جو میں بتلاؤں وہی زیب بدن ہو دم بدم

آدمی کے سر کے پگڑی اسطرح کی چاہیئے
جسمیں ہر دم ہر گھڑی ہوش و خرد دانش ہے

عقل کی باتیں عیاں ہوں جسکے ہر اک پیچ سے
جوش ہمدردی ملک و قوم کا طرہ بنے

علم و دانائی بھی شملے سے عیاں ہوں تا قدر
جسکے ہر ایک تار میں آئے فضیلت ہی نظر

ہے مناسب ایسا پہنیں کوٹ سب خرد و کلاں
جسمیں ہوں ہر دو جہاں کی خوبیاں یکجا عیاں

ہر طرف ہر ایک بخیے سے ہو یکجائی عیاں
پاکبازی کا رہے گردن میں کالر کا گمان

اتفاق باہمی سے دونوں پاکٹ ہوں بنے
زر کے بدلے لیکے ٹھونسیں انس و الفت جا بجا

آپ پیجامہ جو پہنیں جور نے لیل و نہار
متقی و پارسا زاہد و پرہیزگار

پائنچے ایسے ہوں جن میں ہر گھڑی ہو اسکا خیال
نیک نامی و صداقت بردباری انکسار

ضبط ہو اوقات میں آئی جو راہ راست پر
صاحب علم و ہنر بنجائے ہر فرد بشر

بوٹ وہ پہنو نہ چھوڑے جو کبھی ثابت قدم
نیکیوں کی راہ میں چلتا رہے جو دم بدم

نا امیدی کو کچل ڈالے بلوں سے اک قلم
ہوں نہ سد راہ ہی ہرگز غم و رنج و الم

ہو اگر سردار ہم تم سب کا ایسا ہی لباس
پھر نہیں ممکن کہ دیکھیں حسرت و اندوہ و یاس

حب وطن

جہاں میں نہیں کسکو الفت وطن کی
ہر اک دل کو ہوتی ہے یاد وطن کی

نہین بھولتا کوئی راحت وطن کی
نہین بھولتا کوئی صورت وطن کی

جہان جاؤ آنکھو نمین نقشہ ہی گہر کا
تصور ہی رہتا ہے دیوار و در کا

زمانے کی راحت ہو انسانکو حاصل
زمانے کی صحبت ہو انسان کو حاصل

زمانے کی شوکت ہو انسانکو حاصل
زمانے کی رفعت ہو انسانکو حاصل

وطن مین نہین ہے تو کچہہ بھی نہین ہے
فراق وطن سے دل اندوہ گین ہے

وطن اپنا ملک سلیمان سے افضل
وطن کا بیابان گلستان سے افضل

وطن کی فضا باغ رضوان سے افضل
وطن کی گھٹا ابر باران سے افضل

وطن کی ہر اک چیز مرغوب دل ہے
وطن کی ہر اک بات محبوب دل ہے

جدائی وطن کی مصیبت ہے گویا
مصیبت بھی کیسی اک آفت ہے گویا

اک آفت ہی کیسی قیامت ہے گویا
قیامت نصیبون کی شامت ہے گویا

مسافر سے پوچھو حقیقت تم اسکی
سنو بلبلون سے حکایت تم اسکی

وطن کیون ہے پیارا اسیلیے اس کا
وطن پر یہہ اہل وطن کیون ہے شیدا

وطن مین ہی آرام کیا ایسا ملتا
وطن مین تجھے درد و غم کیسے رکھا

نہ تب درد و رقت سے مہر و وفا کا
سنو جسکو شاکی ہے جور و جفا کا

یگانون کے طعنون سے زخمی جگر ہے
کبھی شکوہ غیر سے درد سر ہے

کبھی دوستون کے کرم پر نظر ہے
کبھی دشمنون کی عداوت سے ڈر ہے

غرض ہر گھڑی ہے نئی اک مصیبت
گئی سر سے یہہ اور وہ آئی آفت

یہ سب کچھ سہی ہین بھی اپنا وطن ہے
ہر اک بھائی اپنا شریک محن ہے

یگاوٹ سے خالی وہ بیباک ہین ہی
محبت مین ڈوبا ہوا ہر سخن ہے

شکایت ہی اک اقتضاء محبت
نہو یہ تو کون آزمائے محبت

عزیزون کے طعنون کو نشتر نہ سمجھو
نصیحت کی باتون کو خنجر نہ سمجھو

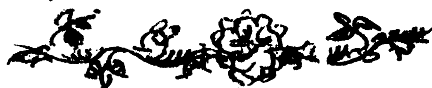
یہ گوہر ہیں نایاب پتھر نہ سمجھو — یہ ہیں لعل خوش رنگ کنکر نہ سمجھو
انہیں کے دلو سے تو تم ہو وطن میں — نہ ہوں یہ تو بے پر ہوں بلبل چمن میں
جنہیں تم سمجھتے ہو دشمن نہیں ہیں — جنہیں تم سمجھتے ہو پرفن نہیں ہیں
تمہاری طرح تم سے بدظن نہیں ہیں — تمہاری طرح تیز انجمن نہیں ہیں
متانت میں کوہ گراں سے ہیں بھاری — نہاں دل میں رکھتے ہیں الفت تمہاری

قومی نظم

سید سے ولایت میں کسی سن نے یہ پوچھا — کیا وجہ بہت بد نام ہے یہ نام تمہارا
ہر وقت نیا درد ہے ہر دم نئی تکلیف — مفقود ہوا خلق سے آرام تمہارا
تم لوگ جو بگڑے تو حریفوں کی بن آئی — اب اوروں کے حصے میں ہے انعام تمہارا
اسکول کے طبقے میں ہوا ہے مسلمانوں کا ماتم — ہر مشرب و ملت میں ہے کہرام تمہارا
آغاز کا نقشہ کبھی دیکھا ہی جنہوں نے — کیا سمجھے تھے وہ ہوگا یہ انجام تمہارا
بدتر ہوئی جاتی ہے بہت قوم کی حالت — ابتر ہوا جاتا ہے بہت کام تمہارا
جو بحث ہے مہمل ہے جو تقریر ہے بیکار — سنتا نہیں دل سے کوئی پیغام تمہارا
خالی نہ ہوا رنجش بیجا سے کبھی دل — اس مے سے چھلکتا ہی رہا جام تمہارا
کوئی عملی شکل نہ مجھکو نظر آئی — اب صرف کتابوں میں ہے اسلام تمہارا
مٹ جائینگے کچھ روز میں مذہب کے عقیدے — یہ مال بھی ہو جائے گا نیلام تمہارا

اے نوح وہ چپ ہو رہے پہلے تو یہ سنکر
پھر کہنے لگے سچ ہے یہ الزام تمہارا

(ماخوذ از سیدی گزٹ)



(ماخوذ از بیدر گزٹ)

فیشن

جس طرف دیکھو جہاں دیکھو ہوا فیشن کی ہے   آجکل کی یورپ پر نازل بلا فیشن کی ہے
فیشن ایبل جو ہیں اسکی شرافت ہی گئی   کیا کرامت آجکل مرد خدا فیشن کی ہے
چاہیے فاقہ ہو مگر پاؤں میں ہو ڈاسن کا بوٹ   سوٹ عابد شتاب کا یہ کچھ انتہا فیشن کی ہے
کوچ و کرسی کے سوا بیٹھے نہ کوئی فرش پر   یاد رکھو آبرو اس سے سوا فیشن کی ہے
زیب تن جو کچھ ہو اسکی ہو بہت عمدہ فیشن بھی   کف ڈبل کالر بھی عمدہ ہو ہوا فیشن کی ہے
لنگیاں دین ہی فرشتوں پر کئے پہرے ہیں نے   بندگی کچھ اندنوں ایسی ہوا فیشن کی ہے
ہو سکونت کیلئے بنگلہ ہی عمدہ پر سواد   ڈاڑیاں ہو جائیں کیا یہ داسرا فیشن کی ہے
میر سید شیخ خان پنڈت یہ کہنا منع ہے   لفظ مسٹر چاہیے کہنا ادا فیشن کی ہے
فرش پر بیٹھیں تو پتلونوں میں پڑ جائیں بل   پائے بندی اہل یورپ سے سوا فیشن کی ہے
صاحب دولت تھے پہلے اب ہیں مقروض بیل   ابتدا کچھ اور تھی یہ انتہا فیشن کی ہے

یہ مرض پھیلا ہوا ہے ہند بھر میں اب کے وفا
اس سے ڈرئے خوف کیجے یہ وبا فیشن کی ہے

مسلمان صاحبزادے

عمر کا سال ہوا خیر سے جب بست نہ دہم   رفتہ رفتہ ہوا اسکول کا جانا کچھ کم
کتب درسیہ بنیں چلیں دیمک کی غذا   دل کو بہانے لگا ناول و افسانۂ غم
ہسٹری دیکھنا معلوم ہوا اکا فضول   طبع نازک کو کیا جیسا کرنے پر برہم
نقشے ملکوں کے لگے گھر کی دیواروں پر   کھونے کی جنھیں اک عرصے سے کھائی ہے قسم

میز زینے کی جو تھی اسکی یہ آرائش ہے　　ایک ٹوٹی سی دوات ایک پرانا سا ق

شغل استاد سے ہوتی چلی نفرت دلکو　　بد معاشون کو بصد شوق بنایا ہمس

کھیل اسکول کے اک آنکھ نہیں بھاتے اب　　چاند نی چوک کی گلگشت کا آیا ہوس

شام کو سیر کو اب ٹھنڈی سڑک کے بدلے　　چلے با مجمع احباب سوے کوے صنم

خط جو آیا کبھی والد کا تو نوکر سے کہا　　ابھی فرصت نہیں رکھوا اسے پھر دیکھینگے

صحبت ملا و چلیستان میں کہاں صوم و صلوٰۃ　　اب نہ دنیا کی رہی شرم نہ عقبیٰ ہی کا غم

چند ہی روز مین پھر سب نسخہ کو لگی　　پیورٹ دا ایشن کو سمجھنے لگے اب زنہ

اسی عرصے مین کہیں آگئے انکے والد　　پاس بٹھلا کے کہا لڑکے سوای محنت

سمجھ ذرا سا نکل آیا ہے تمہارا کیسا　　اتنی محنت نہ کرو بیٹھے ہے پیند نظر

خیر اچھا یہ بتاؤ کہ پڑھا کیا تم نے　　ہو ترقی سے تمہارے دل محزون خرم

پہلے کچھ دیر تو شرماتے رہے پھر بولے　　ابا جان آپ نے پوچھیں ہیں اگر از راہ کرم

یہ سمجھا ہین ہمی مسلمانون کی کچھونکی طرح　　جاو کا ترجمہ

بس ہے زاہد کی ضرورت بھی نہیں ہے فی الحال　　اک مسلمان بچے کو بس ہے کیا علم

سچ تو یہ ہے کہ اب اردو زبان میں دو شعر　　حضرت خواجہ حافظ نے کئے ہیں جو رقم

فاش میگویم و از گفتهٔ من دل شادم　　بندهٔ عشقم و از هر دو جهان آزادم

نیست بر لوح دلم جز الف قامت یار
چه کنم حرف دگر یاد نداد استادم

نئی روشنی کا مریض

کوئی لڑکا اک دن ہوا آبدیدہ
خدا جانے صدمہ ہوا دل پہ کیا کیا

محبت سے یون باپ نے اُس سے پوچھا
کہ جانِ پدر خیر تو ہے ہوا کیا

بہلے نہ تھے تمنے یون اشک پہلے
تمھین آج بتلاؤ یہ ہو گیا کیا

بیان پدر سنکے فرزند بولا
کہین آپ سے اپنا ہم ماجرا کیا

عجب طرح گذری ہے یہ عمر اپنی
نہ جانا کہ ہے زندگی کا مزا کیا

بنگلے نہ کوٹھی مین اب تک رہے ہم
ہے نا آشنا دشت کی سیر پرفضا کیا

نہ صابن ہے جس سے جہالت چھپائین
نہ پوڈر ہے چہرہ بنے پرضیا کیا

نہ آیا ہے ہمراز جسکو بتائین
نہ بیرے کہ کہتے فولش یہ کیا کیا

نہ کہائی کبھی حاضری ہم نے اب تک
نہ سمجھے کہ ہے لنچ کا مدعا کیا

نہ حاصل ڈنر ہین
نہ واقف کہ آخر ٹشن ہے بلا کیا

نہ پہنا کبھی آجتک سوٹ ہم نے
نہ معلوم ہے بوٹ دیتا صدا کیا

لباس اپنا وہ ہے حسین جس لگی بہائین
تعرف کا موقعہ بہلا پھر رہا کیا

صد افسوس اسوقت تک بیخبر ہین
کہ کیونکر ہے دل جانتا دلربا کیا

نہ لندن کے جانے کا سامان کچہ ہے
ترستے رہینگے یوں ہی ہم سدا کیا

مس و مور دشمن کو نہ دیکھینگے کبتک
رہینگے اسی غم مین ہم مبتلا کیا

یہی ہے تو ہو گی مرض مین ترقی
نہ کام آئیگی کچہ دوا کیا دعا کیا

علم

علم کے سامنے الماس و گہر کچھ بھی نہیں
یہ وہ دولت ہے جسے خوف و خطر کچھ بھی نہیں

علم کیا تھا عمل ہو تو نتیجہ نکلے
وہ شجر کچھ بھی نہیں جسمیں ثمر کچھ بھی نہیں

سخت افسوس کہ لڑکوں کی بھلائی کے لئے
آجکل کوشش و تاکید پدر کچھ بھی نہیں

مدرسے بھیجتے ہیں فیس بھی دیتے ہیں
اور تعلیم کی پوچھو تو خبر کچھ بھی نہیں

امتحاں میں ہوں جو ناکام مدارس پہ الزام
عدل و انصاف تو بانے ہیں مگر کچھ بھی نہیں

باپ کو چاہیئے ہر وقت خبرگیر رہے
ورنہ وہ یاد رکھے اسکا پسر کچھ بھی نہیں

کامیابی کی توقع نہ کہیں وہ طلبہ
دھیان محنت کا جسے شام و سحر کچھ بھی نہیں

جو ادب دل سے نہ کرتا ہو معلم کا ملیح
فائدہ بخش اسے علم و ہنر کچھ بھی نہیں

ظلم

چند روزہ زندگی میں سرکشی اچھی نہیں
سرکشوں سے خوش نہیں ہوتا کبھی رب العلمین

خاکساروں کو یہاں چشم حقارت سے نہ دیکھ
تجھکو خالق نے بنایا ہے اگر مسند نشین

بادشاہ ہو یا گدا افسر ہو یا محکوم ہو
جور کا دستور بدبینوں میں بھی رائج نہیں

منہ سے اپنے کچھ برا کہتا نہیں بیکس غریب
بد دعائیں جی ہی جی میں دیتی ہے جان حزیں

دل دکھانے سے کسیکا ہوتا ہے خانہ خراب
غم جو دیتا ہے کسیکو ہوتا ہے اندوہگیں

بانی جور و ستم تھے نادر و چنگیز خان
نام کو تیلا بھی انکی نسل کا باقی نہیں

مال و دولت جاہ و حشمت کچھ نہ آیا کام کچھ
موت نے انکو دکھادی آخرش انکی زمین

عاقبت مین حال جو کچہہ ہو گیا ہے سبکا خدا — قابل بخشش نہین تقصیر ہے ویسے کی قرین
ظالم ضحاک کا لیتا نہین ہے کوئی نام — عدل پر نوشیروان کے ہوتی ہے صد آفرین
تیغ سنکے پرولنے بے دردی بہو تکرار ہار — صبح ہوتے ہوتے خود اسکا نشان باقی نہین
سخت دل جو ہو فلاح دین و دنیا ہو خلاف — نخل آہن مین شگوفہ پہولنا ممکن نہین
سر اٹھایا جسنے دنیا مین مثال گرد باد — پٹخنی باد حوادث نے زمین پہ وہی وہین

خودسری کا تو ہمیشہ ہوتا ہے انجام یہ
سرکشان راز ود میاندازد فلک بر زمین

ہنر

(ماخوذ از پیسہ اخبار لاہور)

ہنر ہی سے ہے قدر و عزت بشر کی — ہنر ہی بڑہاتا ہے ہمت بشر کی
ہنر ہی سے بڑہتی ہے دولت بشر کی — ہنر ہی سے ہر جا ہے چاہت بشر کی

جہان مین غریبون کا والی ہنر ہے
امیرون کا ہمدرد و حامی ہنر ہے

ہزارون کو حاصل ہے امداد اس سے — بنے لاکہون شاگرد استاد اس سے
ہے مضبوط پیشے کی بنیاد اس سے — ہوا گرم بازار ایجاد اس سے

نمودار ہے اس سے خالق کی قدرت
عیان ہوتی ہے اس سے صانع کی صنعت

مقیمون کو ملتا ہے آرام اس سے — مسافر کو ہے ہر جگہہ کام اس سے
ہزارون نے پیدا کیا نام اس سے — نہ چین اس سے خالی نہ اسلام اس سے

جہان نام اہل ہنر کا نہین ہے
تو باغ خزان دیدہ سرزمین ہے

حقیقت مین معمار عالم یہی ہے | کہ زیبائش نوح و آدم یہی ہے
عروج و ترقی کا سلم یہی ہے | ہر اک حال مین یار و ہمدم یہی ہے

خلائق کا قبلہ بنا ہے تو یہہ ہے
غرض یہ کہ حاجت روا ہے تو یہہ ہے

بفضل خدا اس ہنر کی بدولت | ترقی پہ آجائے گر صنع و حرفت
تو ہون دور نا فہمی یہ روز مصیبت | بدلجائے فوراً زمانے کی رنگت

ہنرمند بے شبہ خوشحال ہو وین
ہنر جو نہ سیکھین وہ پامال ہو وین

تجارت

زبان کیا کرے گی بیان تجارت | ہے کان جواہر دوکان تجارت
زمانے پہ ادبار چھایا ہوا ہے | نہین دیکھتا کوئی شان تجارت
ملا کرتے ہین کسطرح مال و دولت | کوئی پھر کے دیکھے جہان تجارت
نشان ان کا باقی رہیگا نہ ہرگز | نہین جن مین باقی نشان تجارت
مہذب ہین جو قومین انہین کو دیکھو | ہر اک شخص ہے نکتہ دان تجارت
مقدر کی کھوٹی ہے جو قوم انکے | نہین دل مین ہوتا گمان تجارت
تنزل پہ ہے دن بدن قدر حکمت | ترقی پہ عمر روان تجارت
سدا ایک ہی رنگ رہتا ہے اس کا | بدلتا نہین آسمان تجارت
دکھائیگی کان جواہر کو لاکر | اگر قوم ہو نکتہ دان تجارت

وہی جان لو ملک و دولت ہی بہتر
بڑہاتے ہیں جو اپنی شان تجارت
تجارت میں گر ساتھ ہو کسب و صنعت
تو پھر دیکھنا کیا ہے شان تجارت
تجارت میں شامل اگر ہو نہ صنعت
نہیں پھر تجارت میں جان تجارت

دورنگی دنیا

(ماخوذ از ادیب الہ آباد)

سدا ہے گردش لیل و نہار دنیا میں
ہے ایک حال یہ کسکو قرار دنیا میں
ہمیشہ گلشن عالم کا ایک رنگ نہیں
کبھی خزاں ہی کبھی ہی بہار دنیا میں
ہے خار غم گل عیش و طرب کے پہلو میں
نہیں ہی کوئی خوشی خوشگوار دنیا میں
کوئی عزیز ہے چشم جہان میں گل کیطرح
ہے کوئی خار کے مانند خوار دنیا میں
ہیں اپنی اپنی قسمت سے
کوئی گدا ہے کوئی شہریار دنیا میں
ہے مست سی کوئی کوئی فکر تا ل
ہے کوئی مست کوئی ہوشیار دنیا میں
عجیب آب دھوا ہے جہان فانی کی
کوئی ہے شاد کوئی دلفگار دنیا میں
یہی ہے حال تو دلبستگی ہو کیا اس سے
خوشی ہے ایک غم ہیں ہزار دنیا میں
یہاں ہر ایک خوشی میں تو ساتھ دیتا ہی
مگر نہیں ہے کوئی غمگسار دنیا میں
زبان حال سے کہتے ہیں کاخ و قصر و محل
کہ کوئی چیز نہیں پایدار دنیا میں
نہیں ہیں سعدی و جامی مگر ہے یاد انکی
چھوڑے جا یادگار دنیا میں

اخلاقی غزل

(ماخوذ از تہذیب النسواں)

برا کیا جو زمانے پہ اعتبار کیا
ہے اس کا تجربہ ہم نے ہزار بار کیا

نہ کھوؤ عمر کو غفلت میں ہوش میں آؤ
خدا نے دی تمھیں عقل اور ہوشیار کیا

ادب خسر و سسر کا اور ماں باپ کا تم پر
انھوں نے جان کو آرام کو نثار کیا

جو ہیں بزرگ کرو انکی دل سے تم تعظیم
ادب خدا کا کیا ان کا گر وقار کیا

جو خورد ہیں شفقت اُن پہ چاہئے تم کو
خدا کو خوش کیا انکو جو تم نے پیار کیا

مدد کرو کسی اپنے غریب بھائی کی
اسی لئے ہے تمھیں حق نے مالدار کیا

خدا نے نعمتیں دیں تمکو بے حساب عطا
خدا نے فضل و کرم تم پہ بیشمار کیا

کبھی نہ تم سے وہ راضی رہیگا ای بندو
اگر نہ تم نے ادا شکر کردگار کیا

(حامد حسن قادری بچھرایونی)

نظم سعدی کی منظوم ترجمہ

کنج لحد میں تجھکو سارن پڑے گا سونا
کھانے کو جسم تیرا اوان مور و مار ہون گے

دنیا کے باغ میں تو۔ مانا کہ رشک گل ہے
جنگل میں قبر ہوگی۔ اور اسپہ خار ہونگے

کچھ فائدہ نہوگا یاروں کی یاوری کا — اعمال نیک بیشک، واں تیری یار ہونگے
یاں کے سوار اکثر - ہونگے وہاں پیادہ — اور جو پیادہ ہیں یاں - اچھا سوار ہونگے
اچھا اسیر ہونگے - اکثر امیر یاں کے — اور جو اسیر ہیں یاں - واں شہریار ہونگے
اچھا امام ہیں جو - اور پیشوار بائی — میدان حشر میں وہ - خود شرمسار ہونگے
معلوم ہے قیامت - پر تم ہو اس سے غافل — غفلت کی نیند لے لے - واں سخت خوار ہونگے
مصروف ہوگئے ہیں - اور مانگتے ہو جنت — جنت میں جا لے لے - یہ پرہیزگار ہونگے
باطل ہے بات او - اچھی ہے حق پرستی — جو حق پرست ہیں واں - صاحب وقار ہونگے
اچھا حساب ہوگا - ساری برائیوں کا — اور نیک کام ہی سب اچھا تمہار ہونگے
ساتھی چلے گئے ہیں - تم بھی کرو تیاری — سعدی سخن تمہارے - اب یادگار ہونگے

اخلاقی غزل

نیکی کوئی انسان کرے — بھول جائے کسی شخص پہ احسان کرے
کسی حالت میں بھی انسان نہ ہارے ہمت — ہے یہ وہ چیز کہ - دشوار کو آسان کرے
ہو اگر بس میں تو - ہر ایک کو راحت پہنچائے — نہ ستائے کا کسی کے ہی کبھی ویران کرے
ذرہ بھر بھی نہیں ملنے کا مقدر سے سوا — آدمی کوئی تمنا کرے - ارمان کرے
جتنا تقدیر میں لکھا ہے وہ ملجائیگا — فکر میں جان کو پھر کیوں کوئی ہلکان کرے
آدمی قہر سے اللہ کے ہر وقت ڈرے — شکر اللہ کی نعمت کا ہر اک آن کرے
جو برا ہو اسے چھوڑے جو بھلا ہو لے لے — چاہیے یہ کہ بد و نیک میں پہچان کرے
چھوڑ جائیگا یہیں دولت و حشمت انسان — آخرت کے لیے ہی تو کوئی سامان کرے

میں جو کہتا ہوں وہ ہیں سب کے بھلے کی باتیں
ہوں اگر ہوش تو ہر شخص ادھر کان کرے — دعا حسن عادی بحکم الٰہی

اخلاقی غزل

جسے شعور نہیں ہے جسے تمیز نہیں
جہاں میں وہ کسی شخص کو عزیز نہیں

سبے ذکر اس کا تو کیا وہ چیز ہے ایمان
زیادہ اس سے گراں قدر جان نیز نہیں

وہ علم و حیا آدمی کے زیور ہیں
کہ ان سے بڑھ کے زمانے میں کوئی چیز نہیں

غرور میں ہے خادم ہے بادشاہ نہیں
جو خاکسار ہے بیگم ہے وہ کنیز نہیں

سمجھیں جو علم والا ہے وہ دو سرکو
جو خرچ کرنے سے گھٹ جائے وہ چیز نہیں

(حامد حسن قادری جیلانی)

نرالا سہرا

(بہ تقریب شادی عزیز عبدالرشید خان برادر زادہ)

جناب منشی عبدالصمد خان صاحب آنریری مجسٹریٹ اجمیر واقعہ ۱۹ ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۲ ہجری

جس کے سر پر ہو سجا علم و ہنر کا سہرا
اس کو مرغوب ہو کیونکر گل تر کا سہرا

خواب غفلت سے جو چونکے تو سنوارا جس نے
بندھ گیا جس کے سر علم و ہنر کا سہرا

آج محکوم ہے محتاج ہے انکی اولاد
جن کے سر گل تھا [illegible] سہرا

قرض کا ڈالتے ہیں اپنے گلے میں پھندا
ایسے کیسے ماں باپ [illegible] سہرا

دوستو سلطنت علم کے توشہ بیچاؤ
بن [illegible] باندھتے لعل و گہر کا سہرا

ہم کو لازم ہے کریں فرض شریعت کو ادا
ہے یہی احمد [illegible] کے سر کا سہرا

میری نظم کا ہے بزم سخن [illegible] پر تو
یا شب تار نے باندھا ہے سحر کا سہرا

(شیخ محمد علی میر اسدی [illegible])

امید

امید کا چمن ہے ہمیشہ بہار پر
ہوتا نہیں ہے اس میں خزاں کا کبھی گذر

بیلا چنبیلی سوتیا مرجھائینگے ضرور
پھول اسکے سوکھتے کبھی آئے نہیں نظر

گلدستۂ امید ہے بیشک سدا بہار
سب اسکی تازگی پہ ہیں جی جان سے نثار

حال اس کا پوچھلو کسی مفلس غریب سے
کیفیت اس کی سنلو کسی غم نصیب سے

امید سمجھو ان کے دکھوں میں ہے جلوہ گر
آتے نظر ہیں اسکے کرشمے عجیب سے

آلام سے جو خون جگر اپنے پیتے ہیں
امید کے سہارے وہ دنیا میں جیتے ہیں

بیوہ غریب بیٹھی ہے اندوہ یاس میں
ارمان اسکے مل چکے سارے ہیں خاک میں

آرام چین سے نہیں حصہ ملا اسے
طعنہ زنی سے آیا ہے دم اس کا ناک میں

رنج و الم سے آیا جو دل اس کا تنگ ہے
امید میں اپنا ہی دکھلاتی رنگ ہے

بچے یتیم ہو گئے ماں باپ مر گئے
وہ ولولے وہ دل کے ارادے کدھر گئے

اب کوئی بات پوچھنے والا نہیں ہے حیف
تعلیم کے جو دن تھے وہ یونہی گذر گئے

امید ہی بچارے کی ڈھارس بندھاتی ہے
اور اسکے دل کے زخموں پہ مرہم لگاتی ہے

اک نوجوان بیٹھا ہوا محو یاس ہے
یہ اس کا چہرہ رنج و الم سے اداس ہے

دو بار فیل ہو چکا ہے امتحان میں وہ
ابتک کا ملال ہے صدمہ ہے یاس ہے

لیکن امید کہتی ہے یہ اسکے کان میں
اب کے تو پاس ہوگا ضرور امتحان میں

ہندوستان پہ کالی گھٹا گو کہ چھائی ہے
ہر فرد قوم سہتا ہے وہ دلکو بھاری

دیکھو جدھر ادھر ہی ذلالت کا دور ہے
لیکن امید کہتی ہے مژدہ سناری

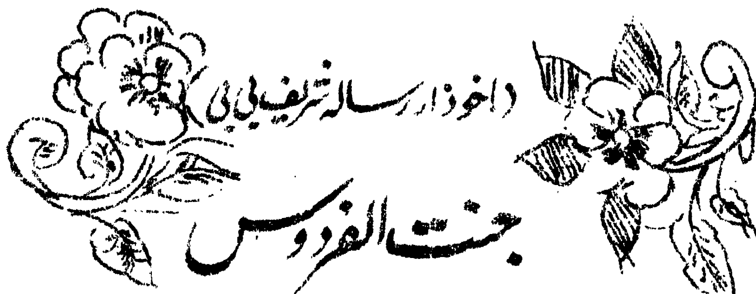
اے اہل ہند بیٹھو نہ ہمت کو ہار کے
اچھے دنوں میں آئینگے پھر دن بہار کے

امید کے سہارے سے دنیا کا ہے قیام
امید ہی سے چلتے ہیں دنیا کے سارے کام

ہر ایک ذی حیات کو ہے اس کا آسرا
وابستہ ہے اسی سے زمانے کا انتظام

ہر چند دل ہو صدمۂ رنج و الم سے چور
لا تقنطوا یہ چاہئے تکیہ مگر ضرور

(بنت حفیظ اللہ امرتسر)



جنت الفردوس

سنا تھا ایک بچے نے یہ ماں سے
کہ جنت ہے بہت عمدہ یہاں سے

سو اک دن اسنے اپنی ماں سے پوچھا
کہ ملسکتی ہے ایسی کہاں سے

سبھی واں پر ہیں شاداں و فرحاں
غم و افکار بھاگے ہیں وہاں سے

بھلا جنت وہاں ہے میری اماں
کہ ہر دم آتی ہے خوشبو جہاں سے

جواب اسکو دیا یہ ماں نے سن کر

نہیں ہرگز وہاں اے جان مادر

کہا بچے نے ماں سے اپنی سنکر
بتائیں خود ہی آخر ہے کہاں وہ

کچھ ہو دن کے شجر ہوتے ہیں جیسا
نسیم صبح چلتی ہے جہاں پر

شگوفے اور پنچھی کے سارے ہر اک رستے میں عطر آگیں ہوا ہے
لطیف اور عمدہ [illegible] جلا بخشتی ادا ان وہاں پہ

یہاں [illegible] ہے [illegible] سنگر
مرے بچے [illegible] وہاں پہ

پہاڑ [illegible] کہتا ان [illegible] مری ماں [illegible] کس جا
بھلا [illegible] جہاں یاقوت احمر ہے چمکتا
بدخشاں ہے جہاں [illegible] جہاں الماس ہے لوگوں کو ملتا
[illegible] کس جا

چمکتے ہیں [illegible] سب
[illegible] ہے مہتاب

جو سب [illegible] ہے یہاں نہیں [illegible] جگر دان
[illegible] جنہیں سن سکتا کوئی بھی نہیں یہاں
ہر اس [illegible] خوف ان سے [illegible] وہاں یاقوت اور ہیرے ہیں تاباں
مرے بچے [illegible] کی جگہ ہے نہیں اسجا یہ کوئی بھی ہراس
وہ [illegible] سے الا تر ہے
وہ [illegible]

طلسم شباب

کون ایسا ہے جو نہیں چاہتا کہ لطف جوانی زائل نہ ہو اور وہ دوسروں کو اپنے جوان رہنے کا یقین نہ دلائے ۔ یہی ہے وہ خیال جسکو پورا کرنے کی غرض سے تمام وہ لوگ ہیں جو جوانی کا داغ لئے ہوئے ہیں روپیہ اور وقت برباد کیا کرتے ہیں لیکن اس پر بھی مقصود ہاتھ نہیں آتا ہے بڑی کوشش و محنت سے روپیہ اور وقت ضائع کرنے کے بعد ایک ایسا نایاب خضاب دریافت کیا کہ جسکی خوبی صرف استعمال سے معلوم ہو سکتی ہے ہم دیگر اشتہار بازوں کی طرح اس کی تعریف کرنا فضول خیال کرتے ہیں استعمال کے چند روز بعد معلوم ہو جائے گا اسکے استعمال سے جلد کو کوئی نقصان یا دھبہ نہیں پڑتا اور اس کا استعمال بھی مشکل نہیں ۔ ترکیب استعمال ساتھ ہوگا ۔ فی ڈبہ ...

آئینۂ اطفال

(صاحب ہیڈ ماسٹر اسکول ... حیدرآباد دکن)

آجکل مدت سے ... بہت چرچا ہوتی ہے کہ ہندو اور مسلمانوں کے منافرت کے اسباب کیا ہیں ۔ ... مضامین لکھے ... خوب خوب خامہ فرسائی کی ہے ۔ لیکن ہندو اور مسلمان کوئی وجہ ایسی سمجھ میں نہیں آتی ...

میں جب بچے ... کو ... استعمال کیا جاتا ہے ... اور ... کے ...

میں شریک ہوتے ہیں ... ہے ... کا ... بڑے ...

بات دراصل یہ ہے کہ ... ان سے غلط ... پیدا ... جس ...

منافرت ... تھے میں ... سے غلط ... اثرات ... سے ان میں

پیدا ہو جاتی ہے ... کتابیں دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے

معلومات ... بحث کرنے والے ذریعہ یعنی اخبارات کا مطالعہ

کیا کرتے ہیں جس سے خواہی نخواہی تعصب پیدا ہو ہی جاتا ہے ...

میں ... تشویش سے ... رنگ دکھاتا ہے اس لئے ...

ایک رسالہ **ادیب الاطفال** جاری کرنے کا قصد کیا ہے

جس کے خاص مقاصد ... قومی و ملکی ہمدردی پیدا کرنا ان میں ...

مطالعہ ... کا ذوق دلانا ... غلط ...

... کرنا آپس کی محبت و یگانگت کو ترقی دینا ...

... کی ترغیب دلانا اردو تحریر میں ... روح پیدا کرنا ...

... ان کی تعلیم و تہذیب کا کام کرتا ہوں ... رسالہ

[illegible] ۱۳ [illegible]

درخواستیں

بنام

مہتمم رسالہ ادیب الاطفال و ادیب الاطفال [illegible]

ایجنسی الہ آباد بھیجئے

